مدرسہ ڈسکورسز

مطالعہ وتجزیہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب وتہذیب

ڈاکٹر محمد امین

مکتبہ البرہان، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ ڈسکورسز

مطالعہ وتجزیہ

ترتیب وتہذیب

ڈاکٹر محمد امین

پروفیسر علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور

مکتبہ البرہان، لاہور

97-A نیلم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون: 0333-4404260 0300-4354673 rmpak@hotmail.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ ۴

❁ ڈاکٹر ابصار احمد ۷

''مدرسہ ڈسکورسز'' کا سیلابِ بلاخیز

❁ ڈاکٹر محمد امین

مدرسہ ڈسکورسز: پاکستان میں تجدد کی پھیلتی ہوئی تحریک ۲۸

مدرسہ ڈسکورسز کے حامی اور فروغِ تجدد ۳۳

مدرسہ ڈسکورسز۔ دینی مدارس توجہ فرمائیں ۴۴

❁ محمد دین جوہر ۴۲

مدرسہ ڈسکورسز کا فکری اور تہذیبی جائزہ

❁ ڈاکٹر زاہد صدیق مغل

مدرسہ ڈسکورسز اور علم الکلام کے جدید مباحث ۶۸

❁ سید خالد جامعی ۷۱

مدرسہ ڈسکورس۔ ایک تجزیہ

❁ مفتی منیب الرحمن ۱۰۴

مدرسہ ڈسکورس، دینی مدارس اور ہمارا مؤقف

❁ عامرہ احسان ۱۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ ڈسکورس: وہی دیرینہ بیماری!
❁ آصف محمود ۱۲۷
نوٹرے ڈیم یونیورسٹی کا مدرسہ ڈسکورسز
❁ مفتی محمد اللہ قیصر قاسمی ۱۳۱
مدرسہ ڈسکورسز کیوں قبول نہیں؟
❁ یاسر ندیم الواجدی ۱۳۷
مدرسہ ڈسکورسز نامی پروگرام سے ہوشیار!
مدرسہ ڈسکورسز پر ہمارے خدشات کی وجہ ۱۴۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

یہ صحیح الفکر اسلامی سکالرز اور دانشوروں کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مغربی استعمار اور اہل صلیب کے آغاز کردہ اور اس کے حامی مسلمان متجددین (وہ مسلم سکالرز اور علماء جو اسلام کو مغرب کی ملحدانہ فکر و تہذیب کے موافق ثابت کرتے ہیں) اور مستغربین (مستشرقین کے برعکس مستغربین یعنی وہ مسلمان اور مشرق کے دانشور جو مغرب کی فکر و تہذیب کے مطالعہ و تفہیم کے مدعی ہیں اور بالواسطہ اس کے حامی اور علمبردار ہیں) کے موقف کے خلاف لکھے ہیں اور مدرسہ ڈسکورس کے حوالے سے صحیح فکر کا اثبات کیا ہے۔

ہم یہ تو نہیں کر سکے کہ مدرسہ ڈسکورس کے حامیوں کا موقف بھی تفصیل کے ساتھ اس کتابچے میں شامل کریں البتہ ہم نے ان کے اہم مضامین کا ایک اشاریہ مرتب کر دیا ہے تاکہ اس کتاب کے قارئین میں سے اگر کوئی ان کا مطالعہ کرنا چاہیے تو کر سکے۔ ویسے جن احباب کے مضامین ہم نے شائع کیے ہیں انہوں نے فریق مخالف کے نقطۂ نظر کو رد کرتے ہوئے اس کی تفصیل بھی پیش کی ہے اور اس طرح مخالفین کا موقف بھی بالواسطہ طور پر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

امید ہے یہ مضامین ان احباب کے لیے مفید ثابت ہوں گے جو اسلام اور مغربی تہذیب کے مابین فکری کشمکش کو سمجھنا چاہتے ہیں اور اس بارے میں برصغیر پاک و ہند میں مسلم اہل علم کی صحیح فکر اور متجددین و مستغربین کے موقف کے درمیان فرق کی تفہیم چاہتے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العٰلمین.

محمد امین
۲۳ مارچ ۲۰۲۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ ڈسکورسز کے حق میں لکھے گئے مضامین

۱۔ خورشید ندیم، مدرسہ اور مدرسہ ڈسکورسز، (’ہم سب‘ 22-7-2019)

۲۔ مولانا زاہد الراشدی، مدرسہ ڈسکورسز کے بارے میں، (’روز نامہ اسلام‘ 23-7-2019)

۳۔ محمد عرفان ندیم، مدرسہ ڈسکورسز کیا ہے؟ ۔محمد عرفان ندیم، (Daleel.pk. 7-1-2018)

۴۔ محمد عرفان ندیم، مدرسہ ڈسکورس چند وضاحتیں !!(’روز نامہ نئی بات‘ ۱۰ فروری ۲۰۱۹ء)

۵۔ ڈاکٹر عبدالقادر شمس، مدرسہ ڈسکورسز کے حوالے سے علماء اور اہل فکر سے چند باتیں، (’ملت ٹائمز‘ 30-7-2019)

۶۔ محمد عثمان حیدر، مدرسہ ڈسکورسز، مسائل وموضوعات اور فکری ماحول (’تجدید‘ 1-8-2019)

۷۔ سید مطیع الرحمن، مدرسہ ڈسکورسز کا سمر انٹینسو (’ماہنامہ الشریعہ‘ نومبر 2018ء)

۸۔ جامعہ ملیہ میں "مدرسہ ڈسکورسز"۔فکر اسلامی کو درپیش چیلنجز اور فضلائے مدارس کا کردار (Pic4.jpg/07/www.wordforpeace.com/wp-content/uploads/2019)

۹۔ ساجد حمید، مدرسہ ڈسکورس اور روایتی مدرسہ (’Al- Mawrid‘ ۲ دسمبر ۲۰۱۹ء)

۱۹۔ عبدالغنی محمدی، پاکستانی اسکالرز کی مطالعاتی دورہ کی روداد (’Hamari web‘

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۰ جولائی ۲۰۱۸ء)

۱۱۔ ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی، قطر میں چھ دن (کشمیر عظمیٰ، ۲۲ جنوری ۲۰۱۹ء)

۱۲۔ سمیع اللہ سعدی، مدرسہ ڈسکورسز، چند تاثرات، (ibcurdu.com) ۳ جنوری ۲۰۲۰ء)

۱۳۔ مولانا ڈاکٹر وارث متین مظہری، دینی مدارس: عصری معنویت اور جدید تقاضے

۱۴۔ ششماہی اُردو ویب جرنل ''تجدید''

۱۵۔ ویب سائٹ https://contendingmodernities.nd.edu

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر ابصار احمد [1]

''مدرسہ ڈسکورسز'' کا سیلابِ بلاخیز

مدرسہ ڈسکورسز کے فکر اور پراجیکٹ کا نقطہ آغاز جناب پروفیسر ابراہیم موسیٰ کی تصنیف "What is a Madrasa" بنی جو ۲۰۱۵ء میں یونیورسٹی آف نارتھ کیرولینا پریس سے شائع ہوئی۔ جلد ہی دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل مولانا ڈاکٹر وارث متین مظہری نے اس کا اردو ترجمہ ''دینی مدارس: عصری معنویت اور جدید تقاضے'' ۳۳۹ صفحات پر مشتمل کتاب کی صورت میں شائع کیا' جو برصغیر کے پڑھے لکھے دینی مزاج کے حامل اصحاب کے مطالعے میں آئی۔ راقم کے پاس اصل انگریزی کتاب ایک دوست کے توسط سے پہنچی اور اس کا مطالعہ کیا۔ اس کتاب کی حد تک پروفیسر ابراہیم موسیٰ کے افکار دینی مدارس کے حوالے سے خاصے مثبت نظر آئے۔ اس میں انہوں نے جہاں ایک طرف مغربی اسلاموفوبیا کے تحت پھیلایا جانے والا یہ عام پروپیگنڈا کہ عالم اسلام کے دینی مدارس تشدد پسند' عسکری' تخریب کاروں کی تیاری کے مراکز ہیں' کی سختی سے نفی کی۔ دوسری جانب اس خواہش کا اظہار کیا کہ دینی مدارس کے نصابات کو upgrade کر کے انہیں زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے جس سے طلبائے مدارس کا ذہنی افق وسیع ہو اور وہ ہم عصر چیلنجوں کا جواب دینے کی صلاحیت حاصل کر سکیں۔ لیکن ان کا عزم اور خیال تھا کہ یہ کام اس طرح کیا جائے کہ دینی مدارس میں دی جانے والی تعلیم کی روح متاثر نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے فکری جدت

[1] سابق صدرِ شعبۂ فلسفہ جامعہ پنجاب، حال صدر مرکزی انجمن خدام القرآن و مدیر سہ ماہی حکمت قرآن، برادر خورد ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و تازگی کے ساتھ ساتھ دینی تعلیمات و مسلمات کی روح اور حقیقی مفاہیم کو intact رکھنے کا عندیہ دیا تھا۔

بدقسمتی سے چار سال کے دوران ۲۰۱۹ء میں یہ پورا پروجیکٹ ایک مختلف ڈگر پر آگے بڑھتا ہوا صریحاً اسلام مخالف فکری اور تہذیبی یلغار کی صورت اختیار کر گیا اور اس میں پیش کیے گئے اکثر زعماء اور ان کے تعلیمی پروگراموں کے شرکاء کے خیالات تجدید اور تجدد کے درمیان خط فاصل کو مٹاتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ قبل ازیں حکمت قرآن کے شمارہ بابت اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۷ء کے حرفِ اوّل بعنوان ''دین حق اور جدیدیت گزیدہ ذہن و رویہ'' میں بھی راقم نے عرض کیا تھا کہ دینی فکر کو جدید ذہن کے لیے قابل فہم بنانے کے لیے بہت سے افراد اور ادارے کوششیں کر رہے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکثر مساعی افراط و تفریط کا شکار ہو کر قرآن و سنت پر مبنی اسلام کی متواتر اور اصیل و روایتی و انقلابی تفہیم کی بجائے اپنی تعبیرات میں سیکولر اور لبرل ہیومنسٹ افکار کے اثرات کے شکار ہیں۔ ''مدرسہ ڈسکورس'' کی دو اہم ترین اور نمایاں شخصیات پروفیسر ابراہیم موسیٰ اور ڈاکٹر مہان مرزا ہیں جو پاکستان، بھارت اور کچھ دوسرے مسلمان ممالک کے روایتی مدارس اور دارالعلوم کے اساتذہ، فارغ التحصیل فضلاء اور زیر تعلیم طلبہ اور طالبات کے ساتھ علمی تبادلہ خیال (مکالمہ) اور تدریسی لیکچرز اور افہام و تفہیم کے ذریعے مذہبی اور کلچرل تکثیریت (pluralism) اور جدیدیت کے لیے ذہناً تیار کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اپنے اس پورے پروجیکٹ کو ان حضرات نے ''Contending modernities'' کا ذیلی نام دیا ہے۔ یعنی جدیدیت کی بھی صرف کوئی ایک قسم نہیں ہے بلکہ اس کی متعدد اشکال اور تشکیلات ہیں جو مسلمانوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدیم روایتی مسالک سے برسرپیکار ہیں' اور مین سٹریم اسلام میں آگے بڑھنے اور مسابقت کے لیے کوشاں ہیں۔آغاز ہی میں انہوں نے مدرسہ ڈسکورسز کے سلسلے میں تین سال کے تعلیمی وتربیتی پروگرام کا اعلان کیا تھا۔اس تعلیمی پروگرام میں مذکورہ بالا دو امریکی پروفیسروں کے علاوہ پاکستان سے لیڈ فیکلٹی ڈاکٹر عمار خان ناصر اور بھارت سے لیڈ فیکلٹی ڈاکٹر وارث متین مظہری ہیں' جنہوں نے پندرہ بیس دوسرے چنیدہ فضلاء کے ساتھ مل کر نوجوان طلبہ اور طالبات کی ذہن سازی کا کام سرانجام دیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ ڈسکورسز (MD) کے منتظمین کے پاس فنڈز کی کمی نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ انہوں نے پاکستان' بھارت' نیپال اور قطر میں اپنے پروگرام منعقد کیے اور کلاس ورک' لیکچرز اور بحث وتمحیص کے ساتھ ساتھ شرکاء کے لیے سیاحت اور مقامی لوگوں سے سوشلائزیشن کے مواقع بھی بہم پہنچائے۔اوپر بیان کردہ چار حضرات کے علاوہ متعدد دوسرے ممالک کے مسلمان اور غیر مسلم سکالرز نے بھی طلبہ کو مختلف موضوعات پر پریزنٹیشنز دیں۔سمسٹرز کے ساتھ ساتھ تربیتی ورکشاپس اور سمر انٹنسو (summer intensive) ۱۸۔۲۰۱۷ء اور ونٹر انٹنسو ۲۰۱۹ء کا بھی انعقاد کیا گیا۔انٹرنیٹ پر مدرسہ ڈسکورسز پاکستان کے عنوان سے ایک مفصل ہینڈ بک اپ لوڈ کی گئی جس میں شرکاء کا تعارف' تصاویر اور سرگرمیوں کی روئیداد (۲۰۱۹۔۲۰۱۷ء)' مدرسہ ڈسکورس (MD) کا پس منظر اور اہداف و مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔مزید برآں ان حضرات نے اسلامی فکری روایت کی عصری تشکیل کے لیے علمی مباحثات کے شش ماہی اردو ویب جرنل ''تجدید'' کا آغاز کیا ہے جس کا پہلا شمارہ (جنوری۔جون ۲۰۱۹ء) انسٹیٹیوٹ آف ریلیجس اینڈ سوشل تھاٹ' شاہین باغ'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جامعہ نگر، نئی دہلی، انڈیا کی طرف سے ویب پر ڈالا جا چکا ہے۔ اس کے سرپرست پروفیسر ابراہیم موسیٰ اور مدیر اعزازی پروفیسر مہان مرزا ہیں جبکہ مدیر مسئول ڈاکٹر وارث مظہری اور معاون مدیر ڈاکٹر عمار خان ناصر ہیں۔ اس جرنل کی مجلس مشاورت میں ڈاکٹر سعدیہ یعقوب (ولمیس کالج) اور ڈاکٹر علی میاں (سیٹل یونیورسٹی) اور برطانیہ سے لندن یونیورسٹی کے ادارے (سکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز SOAS) کے ڈاکٹر عدیل کے نام دیے گئے ہیں۔ بلاگز اور ویب سائٹس پر بہت سارا مواد مضامین اور مباحثات کی شکل میں اس کے علاوہ ہے۔ MD کے تدریسی پروگراموں اور ورکشاپس میں مختلف ممالک اور شہروں سے وابستگان آن لائن بھی شریک رہے۔

میرے محدود مطالعے کی حد تک مدرسہ ڈسکورسز کے بارے میں اخباری کالموں سے صرف نظر کرتے ہوئے جو وقیع علمی مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں چند قابل ذکر ہیں:

(۱) مولانا ابوعمار زاہد الراشدی صاحب کا مضمون ''مدرسہ ڈسکورسز کے بارے میں'' (ماہنامہ الشریعہ شمارہ اگست ۲۰۱۸ء)۔ امسال اواخر جولائی میں MD کی مرکزی ٹیم کی پاکستان آمد اور اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے ہال میں منعقد ہونے والے پروگرام میں مولانا زاہد الراشدی کی شمولیت، اور بعض حلقوں کی جانب سے اس پر تشویش اور استفسار پر مولانا کی وضاحت۔ اس مضمون میں مولانا نے دینی مدارس کی خدمات، تقاضے اور ضروریات کے عنوان پر بہت دلسوزی سے پچیس سال قبل تحریر شدہ مفصل مضمون کو مکمل دینے کے بعد صورت حال کے تدارک کے لیے چار عملی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورتیں مختصراً بیان کیں، جن میں سب سے آخری تین میں وہ مدرسہ ڈسکورسز پراجیکٹ کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی اور تعاون کی توجیہہ کرتے ہیں۔ اس پر خاکسار کا تبصرہ بعد میں آئے گا۔

(۲) فاضل دانشور محمد دین جوہر صاحب کا انتہائی فکر انگیز اور تنقیدی مضمون بعنوان ''مدرسہ ڈسکورسز کا فکری اور تہذیبی جائزہ'' الشریعہ کی ماہ ستمبر ۲۰۱۹ء کی اشاعت میں منظر عام پر آیا جس کے کچھ حصے قبل ازیں ان کے بلاگ پر دیے گئے تھے۔ علمی بنیادوں پر اٹھائے گئے انتہائی گہرے تنقیدی نکات کے ساتھ ساتھ لیکن لطیف و پرمزاح جملوں سے معمور مضمون کا ماہنامہ الشریعہ میں شامل اشاعت ہونا یقیناً جریدے کے مؤسس اور مدیر مسئول کی وسعت ذہنی اور فراخدلانہ پالیسی کا مظہر ہے۔ جوہر صاحب نے بجا طور پر اخباری کالموں میں اٹھائے گئے اعتراضات کو ''سطحیت اور شرم ناک ذہنی پسماندگی'' قرار دیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ خود ان کی تحریر کے بعض پیراگراف اتنے گنجلک اور دقیق ہیں کہ ان میں متعدد نکات اور اصطلاحات ''شرح غریب'' کا تقاضا کرتی ہیں۔ اگرچہ وہ اپنا بنیادی/مرکزی نکتہ یا مدعا گاہے انتہائی سادہ اور سریع الفہم دو تین جملوں میں بھی بیان کر دیتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اہم جملے اس کی مثال ہیں:

☆ جدیدیت کا بنیادی ترین مطالبہ یہ ہے کہ اسے انسانی شعور، تاریخ اور نیچر میں واحد معرّف (definer) کے طور پر تسلیم کیا جائے۔

☆ اگر مذہب اپنے واحد حامل حق ہونے کے دعوے سے دستبردار ہو جائے تو جدیدیت سے توافق اور تسویہ و تطبیق ممکن ہے۔ اسلام کے برعکس دنیا کے باقی تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذاہب جدیدیت کے روبرو اپنے اساسی موقف سے دستبردار ہو کر اس کے سائبان میں پناہ لے چکے ہیں..... اور مذہبی جدیدیتوں (عیسائی اور یہودی) نے استعمار اور استشراق کا خوب خوب ہاتھ بٹایا۔

☆ اگر جناب ابراہیم موسیٰ کی دردمندانہ 'مساعی علمیہ' سے اسلام بھی ایک contending modernity کا شرف حاصل کرے تو اسلام بھی عیسائیت اور یہودیت کی طرح جدیدیت کا pet (پالتو) بنایا جا سکتا ہے۔ اور اس کے حامل حق ہونے کے دعوے سے رستگاری کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

☆ مدرسہ ڈسکورسز بنیادی طور پر تاریخ کی شرائط پر ہدایت میں قطع و برید کا منصوبہ ہے۔

☆ تاریخ کو انسانی ہستی کے اصل الاصول کے طور پر قبول یا تسلیم کرنا مذہبی عقیدے کی نفی ہے..... ہدایت راکب ایام ہے مرکب ایام نہیں۔ اگر تاریخ کو ہدایت کی تعبیر میں اصل الاصول کے طور پر تسلیم کر لیا جائے تو معاشرے سے مذہب کا خاتمہ ایک یقینی ہدف کے طور پر زیر عمل لایا جا سکتا ہے۔ اور جدیدیت کے انسانی زندگی کے واحد معرّف بن جانے کے حقیقی امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔

محمد دین جوہر صاحب نے مدرسہ ڈسکورسز کی تفہیم دین کے حوالے سے علمیاتی اپروچ اور منہج کو بجا طور پر انیسویں صدی سے شروع ہونے والے استعماری اور استشراقی اثرات کے تحت دین کی تشریح و تعبیر کی اس تحریک سے جوڑا ہے جس کا آغاز سر سید احمد خان اور بعد ازاں متعدد حضرات نے کیا اور پھر جس کو بیسویں صدی میں ڈاکٹر فضل الرحمن اور بہت سے دوسرے متجددسکالرز نے نہ صرف جاری رکھا بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آگے بڑھایا۔ بعض فقہی وقانونی معاملات میں روایتی اور متواتر مواقف کی تنقیص اور تحدید کے ساتھ ان حضرات نے بالعموم جدید فلسفہ وفکر سے مرعوب ہوکر لبرل اور تکثیری (pluralistic) نقطہ نظر کو پروموٹ کیا۔ اس اعتبار سے وہ مدرسہ ڈسکورسز کے امریکی ورژن آف اسلام کو ڈاکٹر فضل الرحمن کی فاتحانہ آمد ثانی قرار دینے میں حق بجانب ہیں۔

مغربی دنیا کے تھیولاجیکل اور کلچرل تکثیریت کے فلسفے نے بہت سے دوسرے ممالک کے مسلمان دانشوروں کو بھی متاثر کیا ہے اور وہ اس خیال کے حامل اور وکیل بن گئے ہیں کہ ہمیں معتقدات اور افکار کے حوالے سے اپنے آپ کو دوسروں یعنی مختلف نقطہ نظر رکھنے والے لوگوں سے علیحدگی اور اجنبیت کی بجائے انہیں اپنے قریب لاکر ایک متضمن اور جامع (inclusive) کمیونٹی کا تصور ابھارنا چاہیے۔ اپنے سے مختلف زاویہ نگاہ رکھنے والے یعنی بظاہر متخاصم گروہ یا فرقے کے بارے میں ہمارا خیال یہ ہونا چاہیے کہ گویا وہ اور ہم ایک ہی بڑے درخت کی شاخیں ہیں اور اپنی روایت یا نقطہ نظر سے دلی وابستگی اور تعلق کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ ہم دوسروں کے بارے میں منفی جذبات اور نفرت رکھیں۔ ہر گروہ مذہب/ وحی ہی کے کسی پہلو کے بارے میں مختلف تعبیر یا زاویہ نگاہ رکھتا ہے اور بس۔ ایک امریکی مفکر اس صورت حال کو communities of interpretations کا نام دیتا ہے۔ پروفیسر ابراہیم موسیٰ سے ملتی جلتی سوچ رکھنے والے ساؤتھ افریقہ کے پروفیسر اسحق فرید اپنی تصنیف "Liberation and Pluralism:An Islamic,Quran Perspective" میں بھی اسی قسم کا تکثیری فکر پیش کرتے ہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام اصحاب اپنے تئیں اس فہم وفکر کو مبنی بر ''علم'' خیال کرتے ہیں' جبکہ ان سے اختلاف رکھنے والا تصنیفی کام محض ''پروپیگنڈا'' ہوتا ہے۔ اسی طرح پروفیسر عبدالعزیز ساشادینا اپنی کتاب بعنوان'' Islamic Roots of Democratic Pluralism''میں کلامی اور عقائدی تعبیری اختلافات کی بجائے اخلاقی اعمال اور بھلائیوں کو ترجیح دینے کو اہم تر خیال کرتے ہیں۔ اس فکر کے تمام حاملین میں یہ نکتہ مشترک ہے کہ وہ سب اسلام بحیثیت راسخ العقیدہ خدا مرکز مابعد الطبیعیاتی دینی روایت کی وسیع الخیال انسان دوست سوچ اور رویے میں تخفیف وتقلیل کرنے کے قائل ہیں۔ انگلستان میں طویل عرصے سے قیام پذیر اور علمی حلقوں میں معروف عوامی دانشور اور براڈ کاسٹر ضیاء الدین سردار اکیسویں صدی میں اسلام کا ''گلوبل تعارف'' بھی اسی انداز سے کراتے ہیں۔ چنانچہ ان کے خیال میں ہر وہ کاوش جو آزادی فکر پر مشتمل ہو انسانی روح کو توانائی اور خروش عطا کرتی ہے۔ مرکز سے زندگی بخش ارتباط کے لیے لازم ہے کہ ان (فرد' معاشرہ) کی پہچان وقت کے ساتھ بدلتے سانچوں کے اعتبار سے ہوتی رہے۔ الغرض وہ اسلام کو changing and relativistic world-view کے طور پر لیتے ہیں۔ یاللعجب! سردار گزشتہ دس بارہ سالوں سے اپنے آپ کو اور اپنے ہم خیال حلقے کو کریٹیکل مسلمان (The Critical Muslim) کا لیبل دے رہے ہیں اور اسی عنوان سے سہ ماہی مجلہ شائع کر رہے ہیں۔ کریٹیکل مسلم کی حیثیت سے ضروری علمی صلاحیت اور دینی علوم کے مطالعے کے بغیر وہ اپنے آپ کو مفسر قرآن' شارح شریعت اور مجتہد سبھی کچھ سمجھتے ہیں اور الٹرا جدیدیت کی راہ پر بگٹٹ رواں دواں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) ماہنامہ البرہان کے اگست اور ستمبر ۲۰۱۹ء میں شائع ہونے والے تین مضامین۔ پہلی مختصر لیکن MD کے بنیادی تصورات پر اٹھائے گئے اہم تنقیدی نکات پر مبنی پروفیسر زاہد صدیق مغل صاحب کی تحریر 'تجدد کا پائے چوبیں' ہے۔ انہوں نے اسلامی نظریاتی کونسل میں ہونے والے سیمینار میں شرکت کی تھی اور مدرسہ ڈسکورسز کے زیر اثر حضرات کی آراء کو بالمشافہ سن کر اپنے تاثرات اختصار کے ساتھ بیان کیے۔ کئی حضرات (جناب ثاقب اکبر، خورشید ندیم اور مہمان مرزا صاحب) نے یہ خیال پیش کیا کہ ماضی کا فہمِ اسلام نئے دور میں متروک سمجھا جانا چاہیے۔ ثاقب اکبر صاحب نے اس مقدمے کو چند جزوی فقہی مسائل کے حوالے سے واضح کرنے کی کوشش کی (مثلاً خاتون کی گواہی) اور اصرار کیا کہ نیا اجتہاد کیا جانا چاہیے۔ ثاقب اکبر صاحب نے ایسا اجتہاد نہ کرنے والوں کو ''عقل دشمنی'' سے بچنے کا مشورہ بھی دیا۔ مذکورہ تین جدت پسند سکالرز نے ماضی کے فہمِ اسلام کو نئے دور میں متروک بتایا، جبکہ چیف انوسیٹی گیٹر مدرسہ ڈسکورسز پروفیسر ابراہیم موسیٰ نے کھٹمنڈو (نیپال) میں منعقدہ سمر انٹنسو ۲۰۱۸ء میں امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب ''ارشاد الطالبین'' کے مباحث کی روشنی میں دین کی تفہیم کے لیے لامحدود امکانات پر زور دیا۔

خورشید ندیم صاحب نے ایک اور خطرناک تھیسس پیش کیا۔ ان کے مطابق علم کلام مذہب کا داخلی مسئلہ نہیں ہے بلکہ خارج سے آمدہ مطالبات و چیلنجز کی بنیاد پر مذہبی اذہان کو مطمئن کرنے کے لیے وجود میں لایا جاتا ہے۔ اگر خارج کے حالات بدل جائیں تو لازم ہے کہ ماضی کی پوری علمی روایت (بشمول علم تفسیر) کو بھی ترک کر دیا جائے اور اس کا بوجھ مذہب پر نہ لادا جائے۔ پروفیسر زاہد صدیق مغل بالکل صحیح طور پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا حاصل یہ سمجھتے ہیں کہ دین کی اپنی کوئی حیثیت و اصالت ہے ہی نہیں' یہ صرف خارج کا مرہونِ منت ہے۔ دراں حالیکہ یہ فکر راسخ العقیدہ مسلمانوں کے ہاں قطعاً بار نہیں پاسکتی' کیونکہ یہ ان کے عقائدی ثوابت' مسلمات اور محکمات سے ٹکراتی ہے۔

ڈاکٹر مہان مرزا نے 'تاریخ عظیم' (Big History) اور کاسموجینسس (Cosmogenesis) کا حوالہ اس طرح دیا کہ گویا یہ مذاہب اور قرآن کی بتائی ہوئی آفرینش کائنات اور اس میں حضرت انسان کی آمد پر سوالیہ نشان لگاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ موڈرن کاسمولوجی کے تصورات زمانی طور پر کئی لاکھ سال پیچھے جا کر بگ بینگ کے نتیجے میں تخلیق کائنات کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ مہان مرزا صاحب نہ معلوم زمین پر انسان کی ابتدا اور اخلاقی زندگی کے بارے میں قرآنی بیانیے کو 'تاریخ عظیم' کی روشنی میں مزعومہ تغیر و تبدل کے بعد کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان کی حالیہ وزٹ میں انہوں نے لاہور میں ازراہِ کرم قرآن اکیڈمی میں ہم سے بھی ملاقات کی جو عصر سے مغرب کے درمیان ایک گھنٹے پر مشتمل گفت وشنید تھی۔ اس میٹنگ میں بھی انہوں نے تاریخ عظیم کا ذکر ایسے وثوق سے کیا کہ جیسے یہ کوئی نئی دریافت ہے جو پورے روایتی دینی narrative کی چولیں ہلا دے گی۔ ایک اور انکشاف جس پر راقم ششدر رہ گیا' وہ فطرت انسانی کے بارے میں تھا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں (یعنی نصوصِ قرآنی اور احادیث نبویہ میں وارد صراحت کا صاف انکار۔) مدرسہ ڈسکورسز کے ایک فیض یافتہ انقلابی تحقیق کار وقاص احمد نے قطر کی ونٹر انٹنسو ۲۰۱۹ء میں اظہار خیال کرتے ہوئے Big History کا تعارف کروایا اور ارشاد فرمایا کہ کس طرح اس سے پورا ورلڈ ویو تبدیل ہو جاتا ہے' اور مذہب کے سامنے کیسا شدید چیلنج پیدا ہو جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ان کے مطابق تاریخ عظیم ارتقاء سے بھی آگے کی چیز ہے اور اس سے مذہب کی جڑ بنیاد ہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔(بحوالہ MD ہینڈ بک صفحہ ۴۵)

سیمینار میں پروفیسر زاہد صدیق مغل نے ڈاکٹر مہان مرزا کے سوالات انہی پر لوٹاتے ہوئے کہا کہ آپ سارا بوجھ اہل مذہب پر ہی ڈال رہے ہیں' لیکن بگ ہسٹری سے جنم لینے والے سوالات کے تناظر میں جدید انسان کے غیر مذہبی اخلاقی تصورات کی کیا حیثیت رہتی ہے' اس پر بھی غور وفکر ہونا چاہیے۔اور یہ ذمہ داری آپ کی بنتی ہے کہ آپ اس کا جواب دیں۔

ایک دوسری تھیم جس کا اظہار متعدد شرکاء (بشمول جناب اکرم ورک اور ڈاکٹر خالد مسعود صاحب) نے کیا وہ ان دانشوروں کے مطابق فقہ اور دین میں تفریق کی ضرورت ہے۔دراں حالیکہ دین کے روایتی' معتبر اور متواتر تصور کے مطابق احکام و معتقداتِ دینی کے اعتبار سے دین اور فقہ میں کوئی دوئی نہیں ہے۔فقہاء کرام کا فقہی استنباط بنیادی طور پر قرآن وسنت نبوی (c) کے تلقی وفہم پر مبنی ہوتا ہے۔چنانچہ فقہ انسانی ذہن کی زائیدہ نہیں بلکہ دین کے ساتھ گہری وابستگی رکھتی ہے اور فقہ کے بغیر دین کا تصور انفرادی واجتماعی زندگی کے ضابطہ حیات کے طور پر ناممکن ہے۔ہدایت ربانی صرف تجریدی قضایا یا بالفاظِ دیگر خالی خولی بے ثمر ایمانیات پر مبنی نہیں بلکہ یہ نظری وعملی راہنمائی کا ایک مکمل پیکج ہے۔نبی ﷺ کے قول مبارک کے مطابق دین ''ما انا علیہ واصحابی'' یعنی معتقدات اور اعمال (paraxis) کے مجموعے کی شکل میں جدید فلسفیانہ اصطلاح میں 'Form of Life' ہے جس کی طرف ان دانشور حضرات کی بے اعتنائی افسوسناک اور حیران کن ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بقیہ دو مضامین مدیر البرہان ڈاکٹر محمد امین صاحب کے قلم سے ہیں جن کے عنوانات بالترتیب یہ ہیں:

☆ علماء کرام کے تساہل اور علمی کمزوری کی وجہ۔ پاکستان میں تجدد کی پھیلتی ہوئی تحریک

☆ مدرسہ ڈسکورسز کے حامی بالواسطہ تجدد کو فروغ دے رہے ہیں

دونوں تحریریں اخلاص سے مزین اختصار اور مدلل انداز میں لکھی گئی ہیں۔ ان میں ان کا گہرا کرب وسوز صاف جھلکتا ہے۔ دونوں مضامین کے عنوانات سے ظاہر ہے کہ ان کا مدرسہ ڈسکورسز پر نقد تجدد کے حوالے سے ہے اور انہی پر ان کا فوکس ہے۔ اور راقم کے خیال میں یہ بالکل درست بھی ہے کیونکہ MD کا مرکزی اور محوری نکتہ جسے وہ 'تجدید' سمجھتے ہیں' فی الحقیقت تجدد ہے۔ ڈاکٹر محمد امین صاحب اپنے طویل مضمون (البرہان' ستمبر ۲۰۱۹ء) کے سب سیکشن ۶ میں چند سطور میں تجدید اور تجدد کے درمیان فرق اس طرح واضح کرتے ہیں:

''یہاں 'تجدد' اور 'تجدید' کا فرق بھی ملحوظ رہے۔ متجددین اپنے منہج کو 'تجدید' کہتے ہیں۔ وہ گویا یہ سمجھتے ہیں کہ امت نے اور اس کے مفسرین' محدثین' مجتہدین' علماء' فقہاء نے قرآن وسنت کی غلط تشریح کی ہے اور اس میں ایسے اضافے کر دیے ہیں جو قرآن وسنت کی روح سے مطابقت نہیں رکھتے' لہٰذا ان کو دین سے نکال دینا چاہیے۔ دین کو اس جھاڑ جھنکاڑ سے صاف کر دینا چاہیے اور عصر حاضر (یعنی مغرب کی الحادی فکر و تہذیب) کے اصولوں اور تقاضوں کے مطابق دین کی نئی تشریح وتعبیر کرنی چاہیے۔ یہ اس کام کو دین کی ''تجدید'' قرار دیتے ہیں۔ اس کے برعکس جمہور اہل سنت کی رائے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جو لوگ قرآن وسنت کے اس فہم کو قبول نہیں کرتے جو اسلاف سے متوارث چلا آ رہا ہے اور معتزلہ کی طرح مغرب کی الحادی فکر وتہذیب کی روشنی میں دین کی نئی تعبیر وتفسیر کرنا چاہتے ہیں، وہ ''متجدد'' ہیں اور وہ ان کے منہج کو تجدد کہہ کر ردّ کر دیتے ہیں۔''

ڈاکٹر محمد امین صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ مغربی فکر وتہذیب سے متاثر MD کے دانشور حضرات تجدید سے کہیں آگے جا کر دین کے مسلمہ عقائد ومفاہیم کی تعبیر اس طرح کر رہے ہیں کہ وہ مغربی سیکولر فکر وتہذیب کے مطابق ہو، کیونکہ جمہور اہل سنت کے افکار ان کے نزدیک غلط اور جمود زدہ ہیں۔ ابھی چند ہفتے قبل قرآن اکیڈمی میں ملاقات کے دوران ڈاکٹر مہان مرزا گفتگو کے دوران بار بار مؤسس انجمن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے کتابچے ''اسلام کی نشاۃِ ثانیہ: کرنے کا اصل کام'' کا حوالہ جس طرح دے رہے تھے (اور یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے ان کی آنکھوں کی چمک بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے)' گویا وہ MD کے تحت اسلام کی نشاۃِ ثانیہ ہی کا کام کر رہے ہیں اور ساتھ ہی وہ اس پورے پراجیکٹ میں کسی مفروضہ conspiracy (در پردہ عزائم) کی بھی تردید کرتے رہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مؤسس انجمن کے ذہن میں ان کے طرز پر اسلام کے بنیادی عقائد کو سائنس اور بگ ہسٹری کی روشنی میں reinterpret بلکہ صحیح تر الفاظ میں redefine کرنے کا کوئی خیال یا وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ نشاۃِ ثانیہ سے ان کا مقصود قرآن وحدیث کی تصریحات اور اسلام کے ٹھیٹھ عقائد کو جدید ذہن کے لیے عصری اسلوب میں قابل فہم بنانا تھا نا کہ ان کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنا یا جوہری تبدیلی کر کے ان کی روح اور روایتی معنویت کو ختم کر دینا۔

غیر معمولی ذہانت، محنت اور مستعدی سے متصف ڈاکٹر عمار خان ناصر کے والد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گرامی اپنی وضع قطع اور انتہائی سادہ رہن سہن کے باوجود خود اپنی افتادِ طبع میں اور پھر پاکستان سے باہر مختلف ممالک بشمول یورپ اور امریکہ کے اسفار اور کثیر المذاہب کمیونٹیز کے مشاہدے، انٹرایکشن اور علمی وفکری تبادلہ خیال کے زیر اثر بہت سے ایشوز میں وسعت نظری، رواداری اور ایک درجے میں روشن خیالی کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو بھی ہر قسم کے مطالعات اور آراء کے اظہار کی کھلی چھوٹ دی، اگرچہ ساتھ ہی وہ انہیں اپنے دینی مراجع ومصادر کے گہرے مطالعے اور اساسی اصولوں اور محکمات سے جڑے رہنے کی تاکید بھی کرتے رہے۔ بایں ہمہ وہ خود اس بات کے حق میں نہیں ہیں کہ اہل اسلام دنیا کی دوسری اقوام سے بالکل الگ تھلگ isolated and self-enclosed entity کی صورت میں رہیں۔ عصر حاضر کے گلوبل سیٹ اپ میں دوسری تہذیبوں اور مذاہب کے لوگوں سے رابطہ از بس ضروری ہے، کیونکہ وہ سب اسلام کے نقطہ نظر سے امت دعوت کا حصہ ہیں۔ اپنی حالیہ تحریروں میں مولانا نے زیادہ کنزرویٹو اور دین وشریعت کی ماثور ومتواتر روایت سے چمٹے اور اپنے خول میں بند رہنے والوں کے رویے کو ''چھوئی موئی'' اور ''لامساس'' کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس ضمن میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو ایک آئیڈیل کے طور پر پیش کیا ہے جو کثیر ممالک میں گھومے اور کچھ عرصہ قیام کر کے ہر ہر جگہ کے لوگوں سے ان کے مذہبی، ثقافتی اور سیاسی افکار سے بلاواسطہ واقفیت حاصل کی اور اسی طرح ذہنی وعلمی کشادگی اور گہری بصیرت کے ساتھ وطن واپس لوٹے۔ ہم مولانا ابوعمار زاہد الراشدی صاحب کی علمی عظمت اور دینی منزلت کے مداح ہیں لیکن راقم کو مغرب میں طویل عرصہ قیام کے تجربات کی روشنی میں مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اس فکر اور اپروچ میں خاصے خطرات اور تحفظات نظر آتے ہیں۔

مدرسہ ڈسکورسز کی ٹاپ قیادت یقیناً کلاسیکل عربی زبان پر خوب دسترس رکھتی ہے۔ اور انہوں نے قرآن' حدیث' فقہ اور ان کے علوم کی امہات کتب اور دیگر دینی' تاریخی' ادبی لٹریچر کو کھنگالا ہوگا۔ ڈاکٹر عمار خان ناصر کی تو آغاز ہی سے ایک خالص حنفی دیوبندی خانوادے میں (دادا اور والد کے زیر سایہ) تربیت ہوئی اور بلاشبہ ان کی علمی نظر' تحقیقی ذوق اور دینی موضوعات کا مطالعہ اور فہم قابل ستائش ہے۔ مغربی فلسفہ وفکر اور پوسٹ ماڈرن تھاٹ بھی ان کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔ کاش قرآن وحدیث' فقہ اور اسلامک سٹڈیز میں گہری ممارست اور آئیڈیل ترین گھر اور مدرسے کا روایتی اسلامی ماحول عمار ناصر صاحب کو ایک طرف وحی ربانی کی روشنی میں ملنے والی ہدایت (الہدیٰ) اور اس پر وثوق اور دوسری جانب عقلی تفکیر اور ظن اور ہویٰ میں فرق وامتیاز پر قائم رکھتے۔ اول الذکر وہ پوزیشن ہے جس کا انبیاء کرام f اور تکمیلی شان کے ساتھ خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو دعویٰ ہے' اور دوسری دعویٰ کی حد تک بھی اسی پوزیشن اور سعادت سے محروم' بفحوائے آیت قرآنیہ: اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى (النجم)

یہاں میں ایک ہی خاندان میں بزرگوں اور نئی جنریشن کے درمیان فکری بعد اور تناقض کی ایک اور parallel مثال قارئین کی دلچسپی کے لیے دوں گا۔ منٹگمری (حال ساہیوال) میں برادر بزرگ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے قائم کردہ ہاسٹل (دار المقامہ ۶۵۔۱۹۶۲ء) میں ہم چند کالج کے طلبہ کے لیے عربی اور قرآن وحدیث کی تدریس کے لیے ہمارے اتالیق صہیب حسن صاحب (خلف الرشید مولانا عبدالغفار حسنm)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ انہوں نے بعد ازاں مدینہ یونیورسٹی سے دینی علوم کی تکمیل کی اور پھر سعودی حکومت کے دعوت و ارشاد کے مؤسسہ سے منسلک ہو کر مبعوث کے طور پر چند سال افریقہ کے کچھ ممالک اور پھر غالباً ۱۹۷۴ء سے انگلستان میں مستقل رہائش اختیار کی اور ایک متحرک داعی کی حیثیت سے مساجد کے قیام و انصرام اور تبلیغ دین میں مسلسل مشغول ہیں۔ اعلیٰ دعوتی مقاصد کے پیش نظر انہوں نے برمنگھم یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ بھی کر لی تھی۔ ڈاکٹر صہیب حسن صاحب کے کئی بچوں کی ولادت انگلستان میں ہوئی اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ ان کے صاحبزادگان میں سے ایک اسامہ حسن نے دینی اور عصری سائنسی تعلیم دونوں میں نمایاں پوزیشن لی۔ چنانچہ وہ حافظ قرآن، امام (جمعہ کا خطاب اور امامت) کے ساتھ فزکس کے ایک جدید ترین شعبے میں ڈاکٹریٹ کیے ہوئے ہیں۔ کیمبرج یونیورسٹی میں انڈر گریجویٹ سٹڈیز کے دوران ان کے اساتذہ میں پروفیسر سٹیفن ہاکنگ بھی شامل تھے۔ چنانچہ اب وہ سوشل میڈیا اور TV پروگراموں میں امام ڈاکٹر اسامہ حسن کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اگرچہ شومئ قسمت، کہ اب اسلام کے حوالے سے ان کے خیالات ٹھیٹھ دینی معتقدات رکھنے والے والد محترم سے بہت مختلف ہیں۔ راقم کو باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بہت سے مسائل میں مجمع علیہ مواقف سے متعارض رائے رکھنے پر انگلستان کے جمہور مسلمانوں کے غیظ و غضب کا نشانہ بنے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اغلباً ردعمل کے طور پر ماجد نواز اور دوسرے جدیدیت گزیدہ نوجوانوں کے تھنک ٹینک Quilliam Foundation میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس فاؤنڈیشن کے مقاصد میں پلورل ازم اور سوشل تبدیلی کو پروموٹ کرنا اور پولیٹکل اسلام (جو ان کے خیال میں اکثر انتہا پسند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور متشدد ہوتا ہے) کی مخالفت ہے۔ ڈاکٹر اسامہ حسن نے ڈیڑھ دو سال قبل سٹیفن ہاکنگ کے ارتحال پر دو تین گھنٹوں کے اندر In memorium کے عنوان سے ایک طویل پوسٹ اپنی فیس بک وال پر لگائی، جس کے آخر میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت و عافیت کی دعا بھی کی، جو بہر آئینہ جمہور اہل سنت کے عقائد کے اعتبار سے تو درست نہیں ہے۔

راقم کی ناچیز رائے میں مدرسہ ڈسکورس کے دانشور اصحاب کا سارا فوکس عقل و خرد کی خود ساختہ گتھیاں سلجھانے پر ہے، جب کہ میں ان کی تحریروں اور گفتگوؤں میں ایک طرح کا ''angst'' (بے چینی اور خوف و پریشانی) کا عنصر واضح طور پر دیکھتا ہوں۔ میرے اس شدید احساس کو الفاظ میں ادائیگی اور وضاحت کے لیے مدد مدیر ایقاظ حامد کمال الدین صاحب اور جناب محمد دین جوہر کے جواہر پاروں سے ملتی ہے، جس کے لیے میں ان دونوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ مدرسہ ڈسکورسز کے نزدیک عقل، منطق استدلال، تجزیہ و تحلیل ہی سے تمام عقدوں اور مسائل کا حل ممکن ہے اور وہ اس طرح قلب و صدر کی ضروریات، علمیاتی اہمیت اور کیفیات سے بالکل اعتنا نہیں کرتے۔ وحی کی ہدایت پر انحصار کم کر کے اپنی ہی پراگندہ خیالی کو نہایت قابل اعتماد اور قابل ترجیح جاننا.....اُف! کسی قدر نادان ہے انسان اور کس قدر حد سے گزر جانے والا! اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا۔ جدید اصطلاحات کو نیا پیرہن دے کر بزعم خویش یہ ان کے حریم ہدایت میں فاتحانہ داخلے کی راہ ہموار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے سلف صالحین سے منقول دینی مفاہیم کو نئے معانی اور نئی تعبیر دے کر روایتی مسلمانوں کو مذہب کی جکڑبندیوں سے آزاد کروا دیا ہے۔ ایک زیادتی اور دوسری نادانی۔ 'وحی' ہاتھ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھوٹے تو یہی چیز ہاتھ آتی ہے اور یہ ان کو کمال کی چیز لگتی ہے اور یہ اس پر بغلیں بجاتے ہیں۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ مغرب کے بڑے بڑے فلاسفر (بالخصوص فرینکفرٹ سکول آف تھاٹ) لکھ چکے ہیں کہ ماڈرن ازم اور لبرل ازم نے عیسائیت کے جبر سے آزادی کے نام پر وہ جبر قائم کیے جس کا تصور عیسائیت میں بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام کا راست پیغام اور قرآن وسنت کا صحیح اور معتدل فکر امت میں مسلسل زندہ متوارث روایت کی شکل برقرار رہا ہے لیکن اس کے علی الرغم پروفیسر ابراہیم موسیٰ بہت سے دینی تصورات کی تفہیم کے منہج کے ضمن میں امام عبدالوہاب الشعرانی کی کتاب ''ارشاد الطالبین'' کی روشنی میں ایک Poetic sensibility کو استعمال کرنے کا خیال پیش کرتے ہیں جس سے تدبر و تفکر کے امکانات (contingencies) لامحدود ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اصرار کرتے ہیں کہ: We need to develop aesthetic sensibility

اب ظاہر ہے کہ جمالیاتی شعور و احساس کا تعلق عقل و منطق سے زیادہ قلبی اور ذوقی رجحان اور عواطف سے ہے۔ تخیلاتی اور جمالیاتی حس اسی طرح کا 'اٹکل' ہے جسے آزمانے سے انسان کو مستغنی کر دینے کے لیے انبیاء کے جلو میں ایک صاف شفاف وحی اُترتی رہی ہے۔ قرآن کریم سے مسلمانوں کا تعلق صرف فہم تک محدود محض ذہنی نہیں بلکہ وجودی ہے۔ الحق (ہدایت ربانی) ذہن کے ساتھ دل کو بھی بدل دیتا ہے۔ سچے مؤمن وہ خوش نصیب ہوتے ہیں جو حق کو دائرہ شعور کا زندہ مرکز بنا لیتے ہیں اور خیر کو دائرہ وجود کا۔ قلوب کے تمام امراض کی شفا خدا کی 'وحی' میں رکھی گئی ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلاَ يَزِيْدُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الظّٰلِمِیْنَ اِلاَّ خَسَارًا (بنی اسرائیل)

''اور ہم قرآن (کے ذریعے) وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔'' (ترجمہ فتح محمد جالندھری)

''وحی'' کے سوا ذہنی گرہوں اور خلجان کا حال اور سینوں کے امراض کی شفا اگر کہیں مل جاتی تو پھر ''وحی'' کی کیا خصوصیت رہ جاتی؟ چنانچہ رب کائنات نے شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ اپنی تنزیل کو کہا ہے۔ فتنوں کی آماجگاہ اور ابلیس کا اصل نشانہ مؤمن کا دل ہے۔ مدرسہ ڈسکورس میں قلب اور صدر کا کوئی تذکرہ نہ ہونا بلاسبب نہیں۔ یہ ان کے پرسپیکٹو سے باہر کی حقیقتیں ہیں' جبکہ قرآن نے آخرت کی کامیابی و کامرانی کو قلب سلیم کے ساتھ مشروط ٹھہرایا ہے:

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (الشعراء)

''ہاں جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے گا)۔''

مصدقہ روایت (authentic tradition) سے تعلق منقطع اور آزادروی کی روش اپنانے کے بعد قرآن بس اپنی ظاہری ہیئت میں باقی رہ جاتا ہے اور اس کے معانی' مدلول اور مطالب پر طبع آزمائی بہت آسان ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اکثر مسلم ممالک کے جدید تعلیم یافتہ حضرات اور مغربی اکیڈمیا میں 'تشکیل جدید' اور 'ریفارمسٹ اسلام' کی چھتری تلے یہی کچھ ہوا ہے۔ اور 'غریب' اسلام کے ساتھ معاملہ وہی ہوا کہ 'پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی'۔ جمالیاتی شعور و احساس کی منہاجی ندرت' تفرد اور تخلیقی فکر کے پردے میں طلبہ میں انتشارِ فکری اور تشکیک پیدا کرنے کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغربی دنیا کے پروفیسروں کے مخصوص انداز میں ڈاکٹر ابراہیم موسیٰ نہایت عاجزی اور تواضع کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''آپ چاہیں تو اسے پھینک دیں' لیکن اس تناظر میں مضمر نئی ممکنات (contingencies) بہرحال ہمارے لیے نئی فکری دنیائیں پیدا کرسکتی ہے''۔ تشریح وتعبیر میں وسیع المشربی کی ترجیح کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ ''میرے پاس اس سوال کا حتمی جواب نہیں بلکہ ممکنہ بیانیہ ہے''۔ MD کی ہینڈ بک میں دیے گئے کئی شرکاء کے تاثرات اپنے اندر جہان معنی رکھتے ہیں' جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں' لیکن میرا احساس یہ ہے کہ ان کورسز کے شرکاء نے دو عظیم پروفیسروں ابراہیم موسیٰ اور مہان مرزا کے خیالات کو بڑی حد تک قبول (internalize) کرلیا ہے۔ MD پراجیکٹ کے منصوبہ سازوں کا باقاعدہ پروگرام اور نظریہ ہے کہ ان کا کام طلبہ اور شرکاء کورس کے اذہان میں سوالات اٹھانا ہے' جواب ہر ایک کو خود تلاش کرنا ہے۔ ڈاکٹر مہان مرزا کے الفاظ میں 'ہمارا کام یہ نہیں کہ آپ کو یہ بتائیں کہ کیسے سوچیں' بلکہ یہ بتانا ہے کہ بس سوچیں''۔ یعنی موضوع سے متعلق ابحاث کا استقصاء کر کے فیصلہ شرکاء کی صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ قارئین کرام بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ناپختہ مسلم اذہان کو سوچ وفکر کے گھوڑے دوڑانے کا کھلا لائسنس ملنے پر یہ حضرات و خواتین' کیا گل کھلائیں گے اور امت مسلمہ کے نکبت وادبار میں اضافے کے علاوہ اور کیا ہوگا؟

نیتوں کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن راقم کا خیال ہے کہ مغربی ممالک اور بالخصوص امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں میں حکومت اور اکیڈمیا کی پالیسی اچھے اور برے مسلمانوں (Good Muslims vs Bad Muslims) کے درمیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امتیازی اور ثنویتی تقسیم کو نمایاں کر کے غیر سیاسی (apolitical)' امن پسند اور کثیر ثقافتی و مذہبی کمیونیٹیز کی تعریف' توصیف اور ترجیح دینا ہے' جبکہ اسلام کو بطور دین اپنانے اور باطل اور شر کے خلاف اٹھنے والے مسلمانوں (Disssenting Muslim Activists) کو نہ صرف حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے بلکہ تشدد اور قید و بند کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز کے پروفیسر حضرات نے امریکی اکیڈمک اسٹیبلشمنٹ کے زیر اثر مغربی اقدارِ حیات' ثقافتی رجحانات اور علمی آراء سے نہ صرف خود سازگاری اختیار کر لی ہے بلکہ وہ آگے بڑھ کر اس کا نفوذ بلاد اسلامیہ کے دینی مدارس کے فضلاء اور زیر تعلیم طلبہ میں بھی کروانا چاہتے ہیں' جبکہ راسخ العقیدہ اور بالغ نظر علمائے حقانی نے اسلام کو بحیثیت دین اور رسول اللہ ﷺ کی مرکزیت اور سنت جو فرد اور اجتماع (polity) دونوں کو راہنمائی و ہدایت دیتا ہے' اپنی کلیت میں پیش کیا ہے اور روایت کو بلا استثناء ٹھیٹھ فقہی معنی میں لیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین متین اور اس کے تقاضوں کو اسی طرح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں جیسا کہ وہ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ. آمین! (بشکریہ سہ ماہی 'حکمت قرآن'، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۹ء)۔

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ ڈسکورسز ڈاکٹر محمد امین

علماء کرام کے تساہل اور علمی کمزوری کی وجہ

پاکستان میں تجدد کی پھیلتی ہوئی تحریک

مدرسہ ڈسکورسز کی سرگرمیوں پر پروفیسر زاہد صدیق مغل صاحب کی رپورٹ البرہان میں طبع ہو چکی ہے۔ ہم اس سے پہلے بھی مدرسہ ڈسکورسز کی رودادوں پر تبصرہ البرہان میں پیش کرتے رہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مغربی آقاؤں کی مدد سے سرسید تجدد بذریعہ تعلیم اور غلام احمد قادیانی خانہ ساز نبوت کے اجراء میں کامیاب ہوئے اور یہ دونوں تحریکیں آج بھی کڑوا پھل لا رہی ہیں۔ اسی طرح ہمارے عہد میں جاوید غامدی صاحب بھی پاکستان میں تجدد کی تحریک کو کامیابی سے لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس کا تجزیاتی مطالعہ ایک مفید اور دلچسپ موضوع ہوسکتا ہے۔ ہماری رائے میں اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

ا۔ جاوید صاحب نہایت ذہین اور زیرک آدمی ہیں۔ انہوں نے بجا طور پر اور بروقت بھانپ لیا کہ مغرب کو اس وقت مسلم معاشرے میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً ایک ایسی موثر اور اہل شخصیت کی ضرورت ہے جو کارِ تجدد اور مغرب کے نظری مفادات کو آگے بڑھا سکے.... اور اگر انہوں نے ایسا سوچا کہ وہ اس کے اہل ہیں تو یہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں تھا کہ ان کا دین کا گہرا مطالعہ ہے، عربی اور انگریزی پر دسترس رکھتے ہیں۔ اردو بہت اچھی لکھتے ہیں۔ اظہار بیان کا سلیقہ بھی ہے اور سنجیدہ مدلل اور پر اثر تقریر و تحریر دونوں پر قدرت رکھتے ہیں۔ جہاں تک شہرت اور دولت کی حرص کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلق ہے تو وہ نفس امارہ کی خواہش ہوتی ہی ہے۔

۲۔ مغرب کی حمایت کے ساتھ ایسے پاکستانی حکمرانوں کی حمایت بھی انہیں میسر آ گئی جو اپنے ذاتی اقتدار کے لیے مغرب کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے تیار تھے جیسے جنرل مشرف۔

۳۔ وہ ایسے پڑھے لکھے اور باصلاحیت تلامذہ کی ایک ٹیم تیار کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے جنہوں نے ان کی تحریک کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ خورشید ندیم صاحب جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں کام کر رہے ہیں اور عمار ناصر صاحب علماء اور دینی مدارس میں ان کی فکر کو پھیلا رہے ہیں۔ عمار صاحب خصوصاً تحریک تجدد کے لیے بہت عمدہ کام اس لیے کامیابی سے کر رہے ہیں کہ وہ مذہبی چہرہ رکھتے ہیں، ایک دینی مدارسہ کے فارغ ہیں۔ ان کے والد مولانا زاہد الراشدی صاحب معروف دیوبندی عالم دین ہیں جن کی پشت پناہی انہیں حاصل ہے چنانچہ ماہنامہ الشریعہ اور الشریعہ اکیڈمی کو وہ بہت عمدہ طریقے سے استعمال کر رہے ہیں۔ امام اہل سنت مولانا سرفراز صفدر مرحوم کا نام اور خاندان ان کے لیے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ چونکہ وہ انگریزی پر بھی دسترس رکھتے ہیں اس لیے ایک مغربی مسیحی مشنری یونیورسٹی اور وہاں کے مشترقین اور متجددین سے مل کر انہیں پاکستانی مدارس کے طلبہ کی برین واشنگ کا اچھا موقع مل گیا ہے۔ مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کے لیے انہوں نے الشریعہ اکیڈمی میں دورۂ تفسیر اور عربی انگریزی کورسز کے بعد اب تخصص فی الاصول کی ابتداء بھی کر دی ہے۔ اس طرح وہ یہ توقع کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اگلے چند سالوں میں وہ دینی مدارس کے بہت سے فضلاء کو اپنا ہم خیال بلکہ تحریک تجدد کا متحرک کارکن بنانے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کامیاب ہو جائیں گے۔

۴۔ جاوید صاحب اور ان کی ٹیم اپنے ہم خیال افراد کو، وہ جہاں کہیں بھی ہوں، متحرک و منظم کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتی خواہ وہ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کا اقبال انسٹی ٹیوٹ ہو، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز ہو، اسلامی نظریاتی کونسل ہو، جامعہ امدادیہ فیصل آباد جیسا کوئی دینی مدرسہ ہو یا دنیا ٹی وی ہو، یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب یا گفٹ یونیورسٹی ہو یا اخبارات کے کالم ہوں۔

۵۔ پاکستان میں تحریک تجدد کے بڑھتے ہوئے اثرات کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علماء کرام کی اکثریت کو نہ ان حالات سے واقفیت ہے اور نہ اس کی پروا۔ انہیں خبر ہی نہیں کہ ان کے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے مسلک کے مطابق درس نظامی کی کتابیں پڑھا کر اور طلبہ کی محدود تعداد کو اپنی خاص وضع کا دینی ماحول دے کر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ابلاغ دین کا حق ادا کر دیا ہے۔ انہیں اندازہ ہی نہیں کہ پچھلے ستر سال میں کالجوں یونیوسٹیوں کی مغرب زدہ تعلیم نے جن کروڑوں لوگوں کی ذہن سازی کی ہے ان کے نزدیک ان کے درس نظامی اور ان کے پیدا کردہ دینی ماحول کی کوئی وقعت و اہمیت ہی نہیں بلکہ وہ ان کی باغی ہے اور غامدی صاحب جیسے سکالرزوں کی اسلام کے بارے میں شائستہ اور مدلل گفتگو کے سحر میں مبتلا ہو رہی ہے۔

خود ان علماء کرام نے نہ جدید علوم پڑھے ہیں، نہ عصری مسائل پر ان کی زیادہ گرفت ہے لہٰذا وہ جدید عصری ذہن کو مطمئن کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے لیکن انہیں اپنی اس کمزوری کا بھی احساس نہیں اور نہ اسے دور کرنے کے لیے ان کے اندر کوئی اضطراب ہے اور نہ ان کے ہاں اس طرح کے حالات سے نمٹنے کے لیے مستقبل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کوئی پلاننگ ہے۔

۶۔ جدید دینی تحریکوں (جماعت اسلامی، تنظیم اسلامی وغیرہ) کے لوگ، خصوصاً نوجوان، بھی غامدی صاحب کی تحریک سے متاثر ہو رہے ہیں کیونکہ ان کے اپنے ہاں علمی ترفع کا قحط ہے۔ جماعت میں مولانا مودودیؒ کے بعد کوئی بڑا عالم دین اور مفکر سامنے نہیں آیا اور نہ جماعت نے اس کے لیے کوئی شعوری منصوبہ بندی کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جن اہل علم کی دینی، اخلاقی اور علمی ذمہ داری تھی کہ وہ اس تحریک تجدد کا راستہ روکتے، وہ غافل بیٹھے ہیں۔ تجدد کا راستہ روکنے کی کوئی کوشش وہ کر ہی نہیں رہے لہٰذا انہیں اس کی بھی فکر نہیں کہ وہ اسے روکنے کی موثر اہلیت رکھتے بھی ہیں یا نہیں؟ یعنی اصل المیہ یہ نہیں کہ وہ نہیں جانتے بلکہ اصل المیہ یہ ہے کہ انہیں اس چیز کا ادراک نہیں کہ وہ نہیں جانتے۔ یا اللہ! ہمارے حال پر رحم فرما۔ (البرہان اگست ۲۰۱۹ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

مدرسہ ڈسکورسز کے حامی
بالواسطہ طور پر تجدد کو فروغ دے رہے ہیں

۱۔ اس بحث کو سمجھنے کے لیے قارئین مدرسہ ڈسکورسز کی ویب سائٹ 'تجدید'، ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ میں طبع ہونے والی طلبہ کی رودادیں، اس پر البرہان کے تبصرے، اسلامی نظریاتی کونسل میں ہونے والے ان کے اجلاس پر اعتراضات کے حوالے سے پروفیسر زاہد صدیق مغل اور راقم کے تبصرے، اور ان کے جواب میں مدرسہ ڈسکورسز کی براہ راست اور بالواسطہ حمایت میں پرنٹ اور سوشل میڈیا میں شائع ہونے والے مولانا زاہد الراشدی، ڈاکٹر قبلہ ایاز اور بھارت (دیوبند وقف) کے مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب کے مضامین پیش نظر رکھیں تو بات سمجھنے میں آسانی رہے گی۔

۲۔ ہم دینی مدارس کے حامی اور بہی خواہ ہیں۔ ان کی خدمات کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے بعض اصلاحات کی درخواست بھی کرتے رہتے ہیں۔ ہم یہ کام پچھلے تیس سال سے کر رہے ہیں۔ اصلاحی خطوط واضح کرنے کے ساتھ ہم ان کے مطابق ایک نئے رول ماڈل دینی مدرسہ کے قیام کے لیے بھی کوشاں رہے ہیں لیکن وسائل میسر نہ آنے کی وجہ سے اس پر عمل درآمد نہیں کر سکے۔

ہمارے ممدوحین میں سے مولانا زاہد الراشدی صاحب اور مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب دونوں کے اپنے مدرسے ہیں اور مدارس میں جن خامیوں کی وجہ سے وہ مدرسہ ڈسکورسز کی حمایت کر رہے ہیں (جیسے دنیوی علوم سے عدم اعتناء، مغربی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فکروتہذیب سے عدم واقفیت، عصری مسائل سے عدم آگاہی، دین پر ہونے والے جدید اعتراضات کا جواب دینے کی عدم صلاحیت وغیرہ....اوران تمام امور سے ہمیں بھی اتفاق ہے) وہ ان معاملات کی اصلاح اپنے دینی مدارس میں کر سکتے تھے اور کر سکتے ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی رکاوٹ ہوتو ان کا جو خاندانی اور علمی پس منظر ہے، ان کے لیے نیا دینی مدرسہ قائم کرنا بھی چنداں مشکل نہیں۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ یہ فطری اور منطقی طریقہ اختیار کرنے کی بجائے وہ اپنے بچوں کو متجد دین، مستشرقین اور مغربی قصائیوں کے آگے ڈال رہے ہیں۔

۳۔ دیکھیے! تجدد نہ گالی ہے نہ اتہام۔ یہ آج کا ایک زندہ منہجی اختلاف ہے اور یہ بالکل ویسا ہی اختلاف ہے جیسے ماضی میں جمہور اہل سنت و معتزلہ میں تھا۔ معتزلہ یونانی فکروتہذیب سے مرعوب ومتاثر ہوکر دین کی تعبیر اس وقت کے عقلی تقاضوں کے مطابق کرتے تھے۔ ویسے ہی آج کے متجد دین مغربی فکروتہذیب سے مرعوب ومتاثر ہوکر اسلامی تعلیمات کی تشریح اس انداز میں کرتے ہیں کہ وہ مغربی فکروتہذیب کے مطابق ثابت ہوں۔ اسے اسلام اور اسلامی تعلیمات کو مغربیانا (Weternization) بھی کہا جاسکتا ہے اور مغربی اصول واقدار کو اسلامیانا (Islamization) بھی، بات ایک ہی ہے۔

کل کے معتزلہ بھی یہی کہتے تھے کہ وہ کار 'تجدید' میں مصروف ہیں اور جمہور اہل سنت غلط اور جمود زدہ ہیں۔ آج کے معتزلہ اور متجد دین بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ 'تجدید' کے عمل میں مصروف ہیں اور جمہور اہل سنت کہہ رہے ہیں کہ نہیں وہ 'تجدد' کے ذریعے دین کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔ پچھلے معتزلہ کی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ بعض مسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکومتوں کی حمایت کے باوجود ایک صدی کے اندر اندر امت نے نہ صرف ان کے موقف کو رد کر دیا بلکہ امت کے سخت ردّعمل نے انہیں اس طرح نسیاً منسیا کر دیا کہ آج معتزلہ کی لکھی ہوئی کتابیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتیں۔

معتزلۂ جدید کا بھی ان شاء اللہ یہی حشر ہوگا۔ لیکن اس دفعہ مقابلہ ذرا مشکل ہے اور اس کے دو سبب ہیں: ایک یہ کہ اُس وقت اسلامی فکر و تہذیب غالب تھی اور اہل سنت کے اکابر نہ جمود زدہ تھے اور نہ ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے۔ آج حالت یہ ہے کہ مغرب کی الحادی فکر و تہذیب دنیا پر غالب ہے، مسلم حکمرانوں کی اکثریت ان کی گماشتہ ہے اور مسلم معاشرے کے پڑھے لکھے، سر برآوردہ اور اہل دانش طبقے مغربی فکر و تہذیب سے مرعوب و متاثر ہیں۔ دوسرے اہل سنت علماء مسلکوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، زوال امت کے جمود کے کچھ اثرات بھی ان پر ہیں اور مغربی فکر و تہذیب کے علمبردار ممالک کے ظلم و ستم کے ردّعمل کا شکار ہو کر بھی وہ کچھ غیر متوازن ہو گئے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں یقین ہے کہ مستقبل میں جمہور علماء کے صحیح اسلام ہی کا غلبہ ہوگا، ان شاء اللہ۔ مغرب کی الحادی تہذیب خود اپنے داخلی عوامل کی وجہ سے رو بہ زوال ہے اور ہنٹنگٹن جیسا متعصب اور اسلام و مسلم دشمن مفکر کہہ رہا ہے کہ وہ بمشکل یہ صدی نکال پائے گی۔ تو جب یہ تہذیب زوال پذیر ہو جائے گی تو اس سے مرعوب و متاثر ہو کر اسلام کی تعبیر جدید کرنے والے فکری مفلسین اور متجد دین بھی تاریخ کی گرد میں گُم ہو جائیں گے اور جمہور کا اسلام اور اہل سنت کا اسلام، ان شاء اللہ، تا قیامت باقی رہے گا۔

۴۔ یہاں دو باتوں سے صرفِ نظر ممکن نہیں: ایک یہ کہ مغربی تہذیب اور اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فکری اساسات سو فیصد اسلام سے متضاد ہیں۔ جس آدمی نے بھی مغربی تہذیب کا مطالعہ کیا ہے اور اس کے بنیادی افکار (ہیومنزم، سیکولرزم، لبرل ازم، میٹریل ازم، کیپٹل ازم، ایمپریلزم وغیرہ) اور اس کے ورلڈ ویو (تصورِ انسان، تصورِ الٰہ، تصورِ کائنات) اور اس کے تصورِ علم کو سمجھا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ سارا فکری ڈھانچہ سو فیصد اسلام سے متضاد ہے۔ اور یہی نہیں اگلی بات یہ ہے کہ اس فکر و تہذیب کے علمبردار مغربی ممالک کی اسلام اور مسلم دشمنی اظہر من الشمس ہے۔ انہوں نے مسلم ممالک کو زوال کے گڑھے میں دھکیلا، ان پر قبضہ کیا، انہیں کچلا، لوٹا اور غلام بنایا اور انہیں ہمیشہ کے لیے غلام رکھنے کی سعی میں ان کا تعلیمی، سماجی، سیاسی، قانونی، عدالتی.... ڈھانچہ منہدم کر کے ان کے اجتماعی اداروں کو اپنے تہذیبی اصولوں پر قائم کیا۔ اس سارے عرصے میں مسلمانوں نے، خصوصاً ان کے علماء کرام نے، مغربی استعمار کے خلاف مزاحمت جاری رکھی۔ یہاں تک کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد انہیں جب مسلم ممالک کو مجبوراً آزادی دینا پڑی تو انہوں نے پوری کوشش کی کہ اقتدار ان لوگوں کے سپرد کریں جو ان کی پالیسیوں کو لے کر چلیں اور ان کی فکر و تہذیب اور ان کے مقاصد کا ساتھ دیں تاکہ مسلمان زوال کے گڑھے سے نہ نکل سکیں۔ اس کے باوجود کچھ ممالک سر اٹھانے میں کامیاب ہو گئے تو عالم کفر کا سربراہ امریکہ مہیب اور جدید ترین جنگی مشینری کے ساتھ عالم اسلام پر حملہ آور ہوا اور اس نے عراق، افغانستان اور لیبیا کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ شام اور یمن تباہی کے کنارے پر ہیں اور پاکستان، ایران اور صومالیہ پر حملے اور دباؤ جاری ہے۔ فلسطین، کشمیر، چیچنیا، روہنگیا، بوسنیا، چینی ترکستان کے مسلمان رل گئے ہیں اور ان کی آہ و بکا عرش کے کنگرے ہلا رہی ہے۔ ان حالات میں جو مجتہد دین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام پر مغربی فکر وتہذیب کا چولا فِٹ کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور مغربی استعمار کے مقاصد کے لیے کام کررہے ہیں، ہم ان کے فکری افلاس کا، ان کی عقل ومنطق کا اوران کی غیرت وحمیت کا رونا نہ روئیں تو کیا کریں؟

دیکھیے! یہ بات بہت اہم ہے اور امت کا اجتماعی ضمیر اور اس کے اہل علم ودانش اس سے صَرفِ نظر نہیں کرسکتے کہ ایک فقیہ اور مجتہد کن حالات میں اجتہاد کرتا ہے؟ اقبال نے یوں ہی نہیں کہا تھا کہ محکوم کے الہام سے اللہ بچائے اور ؎

وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

اور ملفوظات اقبال میں ہے کہ علامہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ غلام احمد قادیانی کو الہام ہوتا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ اس الہام کا منبع کیا تھا؟ ایک محکوم قوم کا روحانی افلاس؟ اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ دورِ زوال میں نئے اجتہاد کی بجائے یہی بہتر ہے کہ اسلاف کے کیے گئے کام کو مضبوطی سے پکڑا جائے (کیونکہ دورِ زوال کے اجتہاد کا صحیح اور متوازن ہونا اور امت کے لیے مفید ہونا مشکوک ہے)۔

کون نہیں جانتا کہ امریکہ ویورپ، ان کے خفیہ ادارے اور ان کی فلاحی وتعلیمی تنظیمیں (این جی اوز) مسلم ممالک کے جدید نظامِ تعلیم کو مغربی تہذیب کے مطابق ڈھالنے پر مامور ہیں۔ وہ دینی مدارس پر بھی حملہ آور ہیں، ان کا خاتمہ چاہتی ہیں اور انہیں غیر موثر کرنا چاہتی ہیں۔ ان حالات میں کچے ذہن کے مدارس کے معصوم طلبہ کو جنہیں دنیا کی ہوا بھی مدرسوں نے نہیں لگنے دی، امریکی اور عیسائی مشینری یونیورسٹیوں کے متجددین، مستشرقین وملحدین کے حوالے کرنا جن کے پیچھے سی آئی اے اور خفیہ ایجنسیوں کا ہونا یقینی ہے (کہ یو ایس ایڈ ہمارے آنکھوں دیکھتے آج بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں تعلیم کو مغربی اور امریکی مقاصد کے لیے استعمال کر رہی ہے) یہ انہیں ذبح کرنے کے لیے قصائیوں کے حوالے کرنے کے مترادف ہے۔ آپ ہمارے ان الفاظ کو جذباتی اور مناظرانہ نہ سمجھیں، عرصہ دراز پہلے اکبر الٰہ آبادیؒ اور مولانا مودودیؒ نے ان تعلیمی اداروں کو جو مسلمان بچوں کے دین وایمان اور کردار کو غارت کرنے والے ہوں، انہیں قتل گاہیں ہی کہا تھا۔

ہم حیران ہیں مولانا زاہد الراشدی صاحب پر کہ وہ اس کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی دلیل سنیے کہ ماتریدیؒ اور اشعریؒ نے بھی تو اپنے مخالفین سے ہی ان کا نقطۂ نظر جانا تھا (جی! جن سے جانا تھا وہ یونانی کافر نہ تھے، مسلمان ہی تھے اور وہ مسلمانوں ہی کا معاشرہ تھا نہ کہ یونانی معاشرہ) اور مولانا عبید اللہ سندھی نے بھی تو اغیار کے ہاں جا کر تعلیم حاصل کی تھی (تو مولانا سندھی روس سے جو اسلام سیکھ کر آئے تھے کیا وہ اسلام کی ''صحیح تعبیر'' تھی اور برصغیر کے غیر جانبدار علماء کرام کی اکثریت کی اور بعض دیوبندی علماء کی ان کے اسلام کے بارے میں جو رائے ہے وہ کس سے ڈھکی چھپی ہے؟)۔ ڈاکٹر یوسف گورایا، ڈاکٹر فضل الرحمن اور ابن وراق جیسے لوگ جو یورپ میں دین سیکھنے گئے تھے، وہ کیسا اسلام سیکھ کر آئے تھے؟ پینٹ کوٹ میں ملبوس، داڑھی صفا چٹ، متجدد اور ملحد، مغرب اور اس کی تہذیب، علمیت اور اس کی ثقافت کے گن گانے والے۔ ان کے ایک بہتر نمونے کی بات ہم اپنے مشاہدے کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر ظفر اسحق انصاری مرحوم بھی کنیڈا سے دین سیکھ کر آئے تھے۔ مستشرقین کے خلاف بات نہیں کرنے دیتے تھے اور بلا واسطہ و بالواسطہ مغربی فکر و تہذیب کی حمایت کرتے تھے (بلکہ بعض لوگوں کے نزدیک تو پروفیسر خورشید اور خرم مراد کو 'مغربیانے' میں بھی ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ہاتھ تھا) تو خلاصہ یہ کہ ہماری مولانا زاہد الراشدی صاحب اور مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مدرسوں کی اصلاح کریں تاکہ وہ دوسرے دینی مدرسوں کے لیے نمونہ بنیں۔ مدارس کی تعلیم وتربیت میں جو خامیاں رہ گئی ہیں وہ خود اپنے ہاں انہیں دور کریں تاکہ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے مدارس بھی ان کی راہ پر چل پڑیں۔ اور وہ مدارس کے معصوم طلبہ کو سی آئی اے کے فنڈڈ تعلیمی اداروں میں کافر، ملحد اور متعصب مغربی پروفیسروں کے پاس بھیجنے کی حمایت نہ کریں۔

مغربی فکر وتہذیب کے علمبردار کافر ہیں، مسلمانوں کے بدخواہ اور دشمن ہیں۔ وہ انہیں دین سے دور کرنا چاہتے ہیں، خواہ وہ اہل کتاب ہی کیوں نہ ہوں (جو کہ مغربی فکر وتہذیب کو قبول کرنے کے بعد اب وہ نہیں ہیں۔) کیا ہم اس کے لیے مولانا راشدی صاحب اور مولانا قاسمی صاحب کو قرآن وسنت کے حوالوں کی نشاندہی کریں؟[1] علماء کرام کا کام تو مغربی فکر وتہذیب کو رد کرنا ہونا چاہیے نہ کہ اس کی حمایت کرنا، نہ کہ اپنے بچوں کو وہاں بھیجنا کہ اپنا دین وایمان غارت کر کے آئیں اور متجدد بن کر لوٹیں۔ ایمان اور صحیح عقیدہ ایک مسلمان کے لیے دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ جہاں ایمان، صحیح عقیدہ اور صحیح عمل خطرے میں ہو وہاں اگر سونا بھی مفت میں مل رہا ہو تو وہاں نہیں جانا چاہیے۔ قوم سرسید، چراغ علی، قادیانی، چکڑالوی، امرتسری اور پرویز کے زخم ابھی تک سہلا رہی ہے۔ ہم جاوید غامدی، عمار ناصر اور ان کے حمایتیوں کے تجدد کو کس طرح ٹھنڈے پیٹوں قبول کر لیں؟

۵۔ سمجھ نہیں آتی کہ ڈاکٹر قاسمی صاحب کا رویہ سادگی پر مبنی ہے یا پُرکاری پر۔

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری کتاب ''اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش''، مکتبہ البرہان، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ فرماتے ہیں ہمارے بچے مدرسہ سکورسز میں جا کر ان تک دین کا صحیح پیغام پہنچائیں گے، انہیں دین کا صحیح رُخ دکھائیں گے۔ سبحان اللہ! اگر آپ داعی ہیں تو دعوت کا میدان خود منتخب کریں، دعوت کا اسلوب خود طے کریں، دعوت کے مضامین کا تعین آپ کریں۔ معاف کیجیے گا آپ کے طلبہ وہاں دین سکھانے نہیں، دین سیکھنے جائیں گے۔ اگر وہ مغربی فکر وتہذیب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کا مقام دوسرا ہے۔ یہ پروگرام تو ایک مشنری عیسائی یونیورسٹی کا ہے۔ جس نے کچھ بٹیرے پال رکھے ہیں تاکہ وہ اپنی بولی بول کر دوسرے بٹیروں کو بلوائیں اور ان کے جال میں پھنسوائیں۔ اس پروگرام کا عنوان علم الکلام ہے اور اس کا مقصد دینی مدارس کے طلبہ کی برین واشنگ اور مغرب کے الحادی فکر وتہذیب کے مطابق ان کی ذہن سازی ہے۔ اس میں آپ کے طلبہ داعی نہیں مدعو ہیں، وہ اپنے گھاگ اساتذہ کو متاثر نہیں کریں گے، ان سے متاثر ہو کر آئیں گے۔

۶۔ یہاں 'تجدد' اور 'تجدید' کا فرق بھی ملحوظ رہے۔ متجددین اپنے منہج کو 'تجدید' کہتے ہیں۔ وہ گویا یہ سمجھتے ہیں کہ امت نے اور اس کے مفسرین، محدثین، مجتہدین، علماء، فقہاء نے قرآن وسنت کی غلط تشریح کی ہے اور اس میں ایسے اضافے کر دیے ہیں جو قرآن وسنت کی روح سے مطابقت نہیں رکھتے لہٰذا ان کو دین میں سے نکال دینا چاہیے۔ دین کو اس جھاڑ جھنکاڑ سے صاف کر دینا چاہیے اور عصر حاضر (یعنی مغرب کی الحادی فکر وتہذیب) کے اصولوں اور تقاضوں کے مطابق دین کی نئی تشریح وتعبیر کرنی چاہیے۔ یہ اس کام کو دین کی ''تجدید'' قرار دیتے ہیں۔

اس کے برعکس جمہور اہل سنت کی رائے یہ ہے کہ جو لوگ قرآن وسنت کے اس فہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو قبول نہیں کرتے جو اسلاف اور ائمہ سے متوارث چلا آ رہا ہے اور معتزلہ کی طرح مغرب کی الحادی فکر و تہذیب کی روشنی میں دین کی نئی تعبیر و تفسیر کرنا چاہتے ہیں، وہ ''متجدد'' ہیں اور وہ ان کے منہج کو تجدد کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔

۷۔ ڈاکٹر قاسمی صاحب کی عجیب دلیل ہے کہ یہ علمی اختلاف ہے، اسے برداشت کرنا چاہیے۔ انہوں نے تو اپنے مضمون کا عنوان ہی ''فکری اختلافات اور ہمارا طرزِ عمل'' رکھا ہے۔ گویا ان کے نزدیک اصل مسئلہ یہ ہے کہ جمہور علماء کو (اور ہم جیسے ان کے حمایتیوں کو) علمی اختلاف کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ ہم متشدد لوگ ہیں، مخالف رائے رکھنے والوں کو خواہ مخواہ کوستے اور برا بھلا کہتے ہیں۔ تحقیق اور معروضیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مخالفین کا موقف سنیں اور ہمیں ان سے اختلاف ہو تو شائستہ انداز میں علمی اور تحقیقی انداز میں ان کو جواب دینے پر اکتفا کریں۔ بات ختم اور جھگڑا نابود۔

ہم ڈاکٹر قاسمی صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ذرا غور فرمائیں کہ کیا ہم اہل سنت میں اور غلام احمد قادیانی میں علمی اور فکری اختلاف ہے؟ مرزا صاحب یہی تو کہتے ہیں کہ آپ خاتم پر زبر پڑھتے ہیں، ہم زیر پڑھتے ہیں۔ یہ ایک علمی اختلاف ہے جس کی بظاہر گنجائش نکلتی ہے۔ پھر ساری دنیا کے علماء لٹھ لے کر قادیانیوں کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں کہ وہ کافر ہیں مسلمان نہیں ہیں؟ بلکہ معتزلہ قدیم کی مثال سامنے رکھیے۔ مسئلہ یہ تھا کہ قرآن کو اللہ کی مخلوق کہا جائے یا اس کا کلام؟ یہ مسئلہ سرے سے دین کے امہات مسائل میں سے ہے ہی نہیں؟ کیا عہد نبوت، عہد صحابہ، عہد تابعین میں یہ مسئلہ کہیں نظر آتا ہے؟ کیا آج یہ کوئی مسئلہ ہے؟ بلکہ آج کے بہت سے علماء کو تو سمجھ ہی نہیں آتی کہ یہ کیا مسئلہ تھا؟ سوال یہ ہے کہ کیا امام احمد بن حنبلؒ کا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدانخواستہ، دماغ خراب تھا کہ وہ بار بار جیل گئے، تعذیب سہی، کوڑے کھائے لیکن اپنی رائے ترک نہ کی اور وہ یہ اختلاف ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ بات یہ ہے قبلہ ڈاکٹر قاسمی صاحب! کہ آپ کو کہیں نہ کہیں طے کرنا پڑے گا کہ علمی وفکری اختلاف کی سرحد کہاں ختم ہوتی ہے اور گمراہی کی سرحد کہاں سے شروع ہوجاتی ہے۔ علمی اختلاف کو ہم برداشت کریں گے لیکن گمراہی اور ضیغ وضلال کو ہم برداشت نہیں کریں گے۔

ہم تازہ مثال دیتے ہیں کہ ہم فقہی معاملات میں جاوید غامدی صاحب کے ''اجتہادی تفردات'' پر صبر کے گھونٹ پی سکتے ہیں، انہیں برداشت کر سکتے ہیں لیکن جب وہ حدیث وسنت کا استخفاف کرتے ہیں تو بات فقہی اختلاف کی بجائے ماخذ دین کو مجروح کرنے کی ہوجاتی ہے اور ہم اسے گمراہی قرار دے کر اسے ردّ کرنے بلکہ اس کی مذمت کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ ہم اسے علمی اختلاف کہہ کر ہنسی خوشی برداشت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اگر وہ کسی ایک آدھ معاملے میں اہل مغرب کی ہاں میں ہاں ملاتے تو ہم اسے علمی اختلاف پر ماموں کرتے لیکن جب ان کا ہر استدلال، ان کا ہر اجتہاد، ان کا ہر موقف اسلام کی ایسی تعبیر کرتا ہے جو مغربی فکر وتہذیب کے مطابق ہے تو ہم اسے معروضی علمی اختلاف سمجھنے کی بجائے تجدد اور گمراہی کہنے پر اور اس کی مذمت کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔[1] یہی حال ان کے تلامذہ خصوصاً عمار ناصر صاحب کا ہے۔

۸۔ لہٰذا بات اتنی سادہ نہیں ہے کہ ہمارے کچھ طلبہ کسی دوسری یونیورسٹی میں پڑھنے جارہے ہیں تو ہم اس کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ بلکہ بات یہ ہے کہ سرسید،

[1] دیکھیے البرہان شمارہ اکتوبر ۲۰۱۱ء اور فروری ۲۰۱۵ء جس میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ غامدی صاحب کا ہر موقف مغربی فکر وتہذیب پر مبنی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قادیانی اور پرویز کی طرح جاوید احمد غامدی اور عمار ناصر سکہ بند متجد د اور گمراہ ہیں۔ یہ امر اب جمہور اہل سنت کے نزدیک ایک معروف حقیقت اور ثابت شدہ اور متفق علیہ امر ہے۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب عمار ناصر کی حمایت اور سرپرستی کرتے ہیں اور اگر متجد د نہیں تو تجدد کے حامی ضرور ہیں۔ ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب بھی تجدد کے جراثیم بیرون ملک سے دین سیکھ کر واپسی پر ساتھ لائے تھے۔ وہ اگر اپنے ذاتی خیالات میں متجد د ہوں تو وہ بھی قابل ردّ ہے لیکن اب تو مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایک سرکاری عہدیدار ہیں اور اگرچہ اس منصب پر ان سے بھی بڑے متجد د اور ان سے بھی زیادہ نیم دانشور بلکہ جاہل براجمان رہے ہیں لیکن انہیں بہرحال اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کا پلیٹ فارم متجد دین کو مہیا کریں۔ انہوں نے بھی اپنے مضمون میں مدرسہ ڈسکورسز کی حمایت میں دھیمے سُروں میں بودے دلائل دینے کی کوشش کی ہے، جن سے ہم فی الوقت صَرفِ نظر کرتے ہیں۔

جو بات نظر آ رہی ہے وہ یہ کہ امریکہ سارے عالم اسلام میں اور خصوصاً پاکستان میں اپنی تہذیب اور اس کے اصول واقدار کی تنفید کے لیے، مسلمانوں کو صحیح اسلام سے دور کرنے کے لیے اور ایسے جدید اسلام کی آبیاری کے لیے جو اس کی تہذیب اور اس کے اصول واقدار کے مطابق ہو، اپنے ہم خیال افراد، اداروں اور جماعتوں کو بھرپور افرادی اور مالی وسائل مہیا کر رہا ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز کی یہ جدوجہد ان کے بہت سے منصوبوں میں سے ایک منصوبہ ہے۔ لہٰذا لوگوں کو اس کی حمایت کرنے سے پہلے اس سارے تناظر کو ذہن رکھنا چاہیے۔

حرفِ آخر یہ کہ مولانا زاہد الراشدی صاحب برسوں سے 'ملی مجلس شرعی' میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ہمسفر ہیں۔ ہمارے دل میں ان کا بہت احترام ہے اور ان میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ اسی طرح ہم جانتے ہیں کہ مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب دیوبند کے قاری محمد طیب مرحوم کے پوتے ہیں اور عمار ناصر صاحب، پاکستانی دیوبندیوں کے امامِ اہلسنت مولانا سرفراز خاں صفدر مرحوم کے پوتے ہیں لیکن کیا اُن کی ان عظیم نسبتوں کا یہ تقاضا ہے کہ ہم حق بات کہنے سے رُک جائیں؟ بلکہ ہماری رائے میں تو ان کے خاندان کی علمی وجاہت کی وجہ سے ان کی غلطیوں پر روک ٹوک زیادہ ضروری ہے تاکہ دوسرے ان کو دیکھ کر ان کے راستے پر نہ چلیں اور تجدد اور گمراہی سے بچ جائیں۔

ہماری اس تحریر سے اگر کسی کی دلآزاری ہوئی ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں۔ ہمارا مقصد کسی کی اہانت اور دل آزاری نہیں لیکن تجدد اور مغربیت کا ردّ ہمارے نزدیک آج ایک شرعی تقاضا ہے اور تحقیق، معروضیت اور علمی اختلاف کا مطلب ہم یہ نہیں سمجھتے کہ اس تقاضے سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

(البرہان ستمبر ۲۰۱۹ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

مدرسہ ڈسکورسز

یہ دینی مدارس کی اصلاح کے نام پر مغربی سرپرستی میں ان کے بگاڑ کا ایک میگا پراجیکٹ ہے
دینی مدارس توجہ فرمائیں

ہمیں خوشی ہے کہ ہم نے مدرسہ ڈسکورسز کا جو علمی تعاقب کیا اس میں دوسرے لوگ بھی شامل ہوتے گئے اور حال ہی میں ڈاکٹر ابصار احمد، سید خالد جامعی، محترمہ عامرہ احسان وغیرھم کی وقیع تحریریں اس سلسلے میں سامنے آئی ہیں۔

ہم ایک دفعہ پھر کہتے ہیں کہ دینی مدارس کے نظام ونصاب میں کئی چیزیں اصلاح طلب ہیں۔ اہل مدارس کو اس طرف متوجہ ہونا چاہیے اور جو لوگ اس اصلاح کے لیے کچھ عملی اقدامات کر سکتے ہوں انہیں وہ بھی کرنے چاہئیں اور دینی تعلیم کے ایسے ادارے قائم کرنے چاہئیں جو ان خامیوں سے پاک ہوں۔

لیکن اس کا یہ مطلب کب ہے کہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو 'علمی ترفع' اور 'علمی ترقی' کے نام پر امریکہ کی ایک مشنری مسیحی یونیورسٹی کے زیر انتظام متجدد ومشرک اساتذہ کے حوالے کر دیا جائے جو ان کی استعماری مقاصد کے لیے برین واشنگ کریں۔ یہ ظلم ہے اور ہم اس ظلم کے خلاف احتجاج کرتے رہیں گے۔

ہم اگر یہ نہ بھی کہیں کہ دینی مدارس کی ماڈرنائیزیشن (انہیں جدید بنانے) اور مین سٹریمنگ (انہیں تعلیم کے مرکزی دھارے میں شامل کرنے) کے نام پر ہماری فوج اور حکومت جن اقدامات کی کوشش کر رہی ہے وہ مغربی دباؤ کا نتیجہ ہیں، تو بھی یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ اقدامات مخدوش ہیں۔ اس سلسلے میں صحیح طرز عمل یہ ہے کہ دینی مدارس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علماء کو جمع کر کے ان کے سامنے عصری تقاضے اور تجاویز رکھی جائیں اور پھر انہیں موقع دیا جائے کہ وہ خود اپنے نظام ونصاب میں ضروری اصلاحات کا کریں۔

ہم باصرار کہتے ہیں کہ دینی مدارس کی اصلاح کے ساتھ بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم جدید عصری تعلیم کی اصلاح ہے۔ اسے اسلام ونظریۂ پاکستان کے مطابق بنانا ضروری بلکہ ناگزیر ہے۔ جدید تعلیم موجودصورت میں لامحالہ مغرب زدہ ہے، مغربی تعلیم کا چربہ ہے اور مغرب کی فکری وعلمی بنیادوں پر استوار ہونے کی وجہ سے اسلام کا مطلوب فرد تیار کرنے میں رکاوٹ ہے کیونکہ مغربی فکروتہذیب اسلام سے مختلف ومتضاد ہے اور اس کی علمبردار قوتوں کا اسلام اور مسلم دشمن ہونا ہم دوصدیوں سے بھگت رہے ہیں۔ ان حالات میں دینی مدارس کو مجبور کرنا کہ وہ موجودہ مغرب زدہ عصری تعلیم کو اپنالیں، ان میں نہ صرف فساد پھیلائے گا بلکہ انہیں بتدریج غیر موثر بنائے گا اور پھر خدانہ کرے ایسا وقت بھی آئے کہ دینی مدارس بھی مغربی فکروتہذیب کے فروغ کے مرکز بن جائیں جس طرح کہ اس وقت دینی جماعتوں اور تحریکوں کے افراد کے قائم کردہ سکول، کالج اور یونیورسٹیاں بدقسمتی سے اسلام کی بجائے مغربی فکروتہذیب کے فروغ کے لیے کام کررہی ہیں اور قرآن کا انسان مطلوب پیدا کرنے کی بجائے مغرب کو درکار آدمی تیار کررہی ہیں۔

مدرسہ ڈسکورسز کے نام پر نوٹرے ڈم کی امریکی مشنری مسیحی یونیورسٹی کو پاکستان اور ہندوستان کے دینی مدارس میں تبدیلی لانے کے لیے (مغربی نقطۂ نظر سے مفید تبدیلی لانے اور اسلامی نقطۂ نظر سے مدارس کو برباد کرنے) کے لیے پہلے دو متجددین پروفیسر ابراہیم موسیٰ اور ڈاکٹر مہان مرزا کی صورت میں ملے جنہیں دینی مدارس میں تبدیلی لانے کے لیے چینج ایجنٹس کی ضرورت تھی جو انہیں دو متجددین (پاکستان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاوید غامدی کے شاگرد ڈاکٹر عمار ناصر اور بھارت میں ڈاکٹر مظہر وارثی[1]) کی صورت میں ملے۔ اب یہ دونوں متجد د حضرات دینی مدارس کے فارغ التحصیل علماء پر کام کر رہے ہیں اور انہیں نوٹرے ڈم یونیورسٹی کی مدد سے متجد د بنا رہے ہیں اور یہ امریکی تربیت یافتہ علماء جب دینی مدارس میں جا کر کام کریں گے تو لامحالہ مدارس کے نظام میں فساد پھیلائیں گے۔ آج ایک عمار ناصر ہیں، کل بیسیوں اور پرسوں سیکڑوں عمار ناصر ہوں گے جو ہمارے دینی مدارس میں مغرب کی اسکیم کے تحت تبدیلی لانے کے لیے سرگرم ہوں گے۔ اس سے دینی مدارس کا اسلامی کردار بتدریج غیر موثر ہوتا چلا جائے گا اور یہی مغرب کو مطلوب ہے۔

اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے طریقے صرف دو ہیں: ایک یہ کہ دینی مدارس اپنے نظام ونصاب پر خود نظر ثانی کریں اور اپنی مرضی سے جو تبدیلیاں مناسب سمجھیں، لائیں۔ دوسرے یہ کہ نوٹرے ڈم، عمار ناصر اور مظہر وارثی کی متجد دانہ سرگرمیوں کی واضح الفاظ میں مذمت کریں اور اس میں مداہنت سے کام نہ لیں۔ اور جو لوگ ان کے اعوان وانصار ہیں، وہ ان کی بھی مذمت کریں تاکہ دینی مدارس کے علماء وطلبا میں ایک عمومی آگاہی پیدا ہو جائے کہ انہوں نے ان متجد دین کی سرگرمیوں سے بچنا ہے اور ان سے تعاون نہیں کرنا۔ ان کی سرگرمیاں دوا نہیں داء ہیں۔ یہ اصلاح نہیں فساد پر مبنی ہیں اور یہ برصغیر کے دینی مدارس کو غیر موثر بنانے، انہیں اشاعت دین کے موثر راستے سے ہٹانے اور انہیں جدید اور مغرب زدہ بنا کر انہیں ناکام بنانے کا مغربی منصوبہ ہے۔ ہمارا کام دینی مدارس کو خبردار کرنا تھا سو کر رہے ہیں۔ (البرہان جنوری ۲۰۲۰ء)

---

[1] بدقسمتی سے دونوں دیوبند کے دینی مدارس کی پیداوار ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد دین جوہر

مدرسہ ڈسکورسز کا فکری اور تہذیبی جائزہ

آج کل مدرسہ ڈسکورسز کا پھر سے چرچا ہے، اور مختلف ردعمل سامنے آئے ہیں۔ کچھ حلقوں میں اسے سازش بھی قرار دیا گیا ہے جو مضحکہ خیز ہے، اور صورتحال کا سامنا کرنے سے انکار ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز کی خطیر فنڈنگ کو موضوع بنا کر بھی کچھ غیر مفید نتائج اخذ کیے گئے۔ فنڈنگ کی بنیاد پر ڈسکورسز کے منتظمین کی نیتوں اور 'خفیہ' عزائم پر اشاروں کنایوں سے بات کی گئی۔ چند مذہبی لوگوں نے 'اظہار خیال کی آزادی' اور 'فکری مکالمے کی ضرورت' کے حوالے سے اپنی کشادہ قلبی اور بے دماغی بھی ارزانی فرمائی۔ ان غیر اہم یا کم اہم پہلوؤں پر گفتگو سے مدرسہ ڈسکورسز کے تعلیمی اور علمی منصوبے کا اصل کام اور اس کے مضمرات اور عواقب زیر بحث نہ لائے جا سکے۔ جیسا ظاہر ہے کہ مدرسہ ڈسکورسز ایک منصوبہ اور واقعہ ہے، اور اس کے مقاصد اور طریقۂ کار مشتہر ہے۔ عصر حاضر کے 'واقعات' کی تفہیم ہم جس سطح پر اور جس اسلوب میں سامنے لاتے ہیں، اس سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ ہم جدید افکار و نظریات کو سمجھنے اور ان سے تعرض کرنے کی کیا استعداد رکھتے ہیں۔ واقعات کو سازشی تناظر اور افکار کو اخلاقی اسالیب میں زیر بحث لانا ہماری فطرت ثانیہ بن چکی ہے، اور یہ دو ایسے پٹ بن گئے ہیں جن سے بابِ علم اب مستقل بند ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مدرسہ ڈسکورسز کو خود اس کے اپنے بیان کردہ مقاصد کے حوالے سے زیر بحث لاتے ہوئے بنیادی سوالات اٹھائے جائیں اور بیان کردہ موقف کو رد و قبول کی بنیاد بنایا جائے۔ اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرکاری (آفیشل) بیانیہ اپنی منہج، کلام اور خاموشی میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز پر ناقدین کی زیادہ تر گفتگو نہ صرف بے سود ہے بلکہ اس کے مقاصد کی تفہیم میں مانع ہے۔ ذیل میں ہم مدرسہ ڈسکورسز کے اپنے بیان کردہ منصوبے کی حدود میں رہتے ہوئے گفتگو کرنے کی کوشش کریں گے، اور جہاں ضروری ہوا اس پر کسی کام کے تبصرے کو بھی زیر بحث لائیں گے۔

گزارش ہے کہ شکست خوردہ تہذیبوں کا ملبہ لوٹ کا مال ہوتا ہے جس پر صلائے عام مستقل ہوتی ہے۔ ایسے میں پوپ کی طرف سے رواداری کا کوئی مطالباتی بیان ہو، یا سابق فرانسیسی صدر سارکوزی کی طرح کوئی مغربی سیاست دان یا ریاستی عہدیدار قرآن مجید کی تدوین نو کی بات کرے، یا غالب تہذیب کے فنکار و مصور ہماری شخصیات و شعائر کو کارٹونوں میں کھپا دیں، یا مغرب کے اہل دانش اس تمسخر کو ہمارا علم بنا دیں اور ہمارے خانہ ساز اہل علم و دانش اسے ہماری تہذیبی اور مذہبی تقدیر کے طور پر پیش کریں، تو اس پر کوئی حیرت نہیں ہونی چاہیے۔ حیرت تو ان پسماندہ ذرائع تفہیم، فکری افلاس، اخلاقی مکاری اور بے حمیتی پر ہوتی ہے جو ایسے مواقع پر ہم سامنے لاتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر پہلو سے دنیا کے حالات مسلمانوں کے لیے بہت مشکل ہو چکے ہیں۔ ان حالات کے روبرو تہذیبی مزاحمت تو ایک فراموش شدہ آدرش ہے، لیکن محض بات کرنا اور جہاں بات ہو رہی ہے وہاں اپنی بات رکھنا بھی شدید مشکل ہو گیا ہے۔ اس صورت حال کے لیے صرف مغرب کو الزام دینا درست نہیں۔ ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ مذہبی تناظر میں علمی اور فکری گفتگو حالات میں کسی طرح کی تبدیلی کا باعث نہیں بنتی، اور خود فکری سرگرمی کے جواز کے خاتمے اور مایوسی میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ یہ امر فراموش کر دیا جاتا ہے کہ افکارِ تازہ سے جہان تازہ کی نمود ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تہذیبی مزاحمت کا پہلا قدم علمی اور فکری ہے۔ افکار، امید کو روشن رکھنے اور امکانِ عمل کو تلاش کرنے اور باقی رکھنے کا واحد اولین ذریعہ ہیں۔

مدرسہ ڈسکورسز کا موضوع اور مقاصد

مدرسہ ڈسکورسز کے اغراض ومقاصد اور اس کے علمی و تعلیمی موضوعات اس کے خود بیان کردہ سرنامے کے تحت آتے ہیں، اور جو Contending-Modernities ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مدرسہ ڈسکورسز کا منصوبہ گزشتہ دوسو سالہ استعماری تاریخ کے تسلسل کو ظاہر کرتا ہے، کیونکہ اس کا شجرۂ نسب یا اس کی genealogy براہ راست استشراقی ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز کے تحت میں کی جانے والی علمی سرگرمی کے مقاصد مشتہر ہیں اور ان میں سے زیادہ تر علمی اور تہذیبی نتائج حاصل شدہ ہیں۔ لیکن ان نتائج میں مسئلہ یہ ہے کہ ہر بار ایک آنچ کی کسر رہ جاتی ہے اور اس کسر کو پورا کرنے کے لیے خطیر وسائل سے ایسے منصوبے بار بار سامنے لائے جاتے ہیں۔ مسلمان بھی بیچارے بلک بلک کر تھک گئے ہیں، نہ کوئی ان کی سنتا ہے، نہ وہ کسی کی سنتے ہیں، اور سن لیں تو سمجھ کچھ نہیں آتی، اس لیے نالی سے دوائی پلانے کے مدرسہ ڈسکورسز جیسے منصوبوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ چونکہ دوا کی ضرورت پر طبیب و مریض اور 'اہلیان' سب کا اتفاق ہے، اس لیے اب ٹھوس نتائج کی امید باندھی جاسکتی ہے۔ ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ جدیدیت کے وہ پہلو جو سماجی، معاشی اور سیاسی طور پر فائدہ مند، ضروری اور 'عملی' ہیں، وہ بلا چون و چرا فوراً اپنا لیے جاتے ہیں، اور ان کی جواز سازی میں پورا دین بھی کھپائے بیٹھے ہیں۔ جدیدیت کے جن پہلوؤں کو 'غارت گر ایمان' سمجھتے ہیں، ان کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ وہ اس کے پیدا کردہ نظری اور فلسفیانہ علوم ہیں۔ ان سے بچاؤ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے دولے شاہ کی آہنی تراکیب سے ہم تمام دماغی مسائل بھی حل کیے بیٹھے ہیں۔لیکن نوٹرے ڈیم والے زیرک ومہرباں ایسے ہیں کہ انہیں یہ سب 'راز' معلوم ہیں، اور وہ علم کے ساتھ ساتھ ضروری اسباب لے کر اب ادھر ہی اٹھ آئے ہیں۔

مدرسہ ڈسکورسز کے منصوبے کا بنیادی نقطہ یا حقیقی دُھرا بطور ورلڈ ویو جدیدیت کے تہذیبی اور علمی مطالبات ہیں۔جدیدیت کا بنیادی ترین مطالبہ یہ ہے کہ اسے انسانی شعور، تاریخ اور نیچر میں واحد معرف (definer) کے طور پر تسلیم کرلیا جائے۔مذہب اسی نوع کے مطالبے کو اپنے واحد حاملِ حق ہونے کی صورت میں سامنے لاتا ہے، اور اس دعوے کا بنیادی دائرہ انسانی شعور ہے۔جدیدیت اور مذہب/ مذاہب کے مابین کشمکش کا منبع یہی ناقابل تطبیق و ناقابل تسویہ موقف ہے۔لیکن اگر مذہب اپنے واحد حاملِ حق ہونے کے دعوے سے دستبردار ہو جائے تو جدیدیت سے توافق اور تسویہ ممکن ہے۔اسلام کے برعکس دنیا کے باقی تمام مذاہب جدیدیت کے روبرو اپنے اساسی موقف سے دستبردار ہوکر اس کے سائبان میں پناہ لے چکے ہیں۔یہ مقصد عیسائی اور یہودی جدیدیت وغیرہ کے ذریعے حاصل کیا گیا، اور ان مذہبی جدیدیتوں نے استعمار واستشراق کا بھی خوب خوب ہاتھ بٹایا۔لیکن اسلامی جدیدیت ابھی مکمل نہیں ہو سکی اور یہ ایک جاری منصوبہ ہے، اور اس پر کام کبھی رکتا نہیں ہے۔مدرسہ ڈسکورسز اسی منصوبے کی تکمیل کو ایک قدم آگے بڑھاتا ہے۔

اسلام بطور ایک حریف جدیدیت (Contending Modernities)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ورلڈ ویو اپنے سائبان تلے ایسی بڑی اور جامع تعبیرات کی گنجائش رکھتا ہے جو باہم متضاد، مخاصم اور متصادم ہوں جیسا کہ اسلامی ورلڈ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ویو میں شیعہ سنی صورتحال ہے۔ جدیدیت ایک مکمل ورلڈ ویو ہے اور جو ایک تہذیب کا خالق بھی ہے۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری نظام اس ورلڈ ویو کے تحت میں پیدا ہونے والے باہم متضاد اور مخاصم مظاہر رہے ہیں۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری اپنے وجودی موقف میں ایک ہی ہیں، لیکن تہذیبی مظہر میں باہم متضاد و مخاصم ہیں۔ یعنی اشتراکیت اور سرمایہ داری باہم کل کی کل سے مخاصمت نہیں رکھتے، بلکہ کچھ اساسات پر اتفاق کے بعد تہذیبی مظاہر میں تضاد اور مخاصمت کو سامنے لاتے ہیں۔ عین اسی نکتے کو مدرسہ ڈسکورسز کے منصوبے اور اس کے تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ نکتہ جو ہم پر منصوبہ بن کر مسلط ہوا ہے، Contending Modernities کا تصور ہے اور جو جناب ابراہیم موسیٰ کی زیر نگرانی بروئے کار لایا جا رہا ہے۔ عیسائیت اور یہودیت کا جدیدیت سے اختلاف کل کا کل سے اختلاف تھا، اور مسیحی جدیدیت اور یہودی جدیدیت کی تشکیل کے بعد یہ کل کا کل سے اختلاف نہ رہا بلکہ جدیدیت کے سائبان تلے ان مذاہب کی حیثیت بھی حریف جدیدیتوں (Contending Modernities) کی ہو گئی۔ یہ مذاہب اپنے واحد حاملِ حق ہونے کے دعوے سے دستبردار ہونے اور جدیدیت کے بنیادی وجودی اور تہذیبی قضایا سے اتفاق کے بعد، اظہارِ اختلاف کو جدیدیت کی شرائط پر سامنے لاتے ہیں۔ ایک کلی ورلڈ ویو اگر ایک Contending Modernities پر فائز المرام ہو جائے تو یہ امید کی جا سکتی ہے کہ کل یہ Contending Modernities بن جائے گا، اور یہی جدیدیت کی فتح ہے۔ اسلام کے حوالے سے جدیدیت کو کئی ایک مسائل کا سامنا ہے، جو علم اور مغربی سیاست میں معلوم ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر جناب ابراہیم موسیٰ کی دردمندانہ 'مساعی علمیہ' سے اسلام بھی ایک Contending Modernities کا شرف حاصل کر لے تو اسلام کو بھی عیسائیت اور یہودیت کی طرح جدیدیت کا pet (پالتو) بنایا جا سکتا ہے، اور اس کے حاملِ حق ہونے کے دعوے سے رستگاری کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز کی ہینڈ بک اسلامی جدیدیت کے لیے جناب ابراہیم موسیٰ کی جن خدمات کا تذکرہ کرتی ہے، ان کا اول و آخر یہی مقصد ہے۔ استعماری جدیدیت کے سائبان تلے اسلامی جدیدیت کا سفر آقائے سرسید کی نگرانی اور رہنمائی میں شروع ہوا تھا اور مدرسہ ڈسکورسز ہماری شکستِ تہذیب کے سفر کا ایک اگلا پڑاؤ ہے۔ لیکن اس پڑاؤ سے منزل نظر آنا شروع ہو گئی ہے کیونکہ اب سائبان امریکی ہے اور علمی، ثقافتی اور تہذیبی وسائل بے پایاں ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز کی کبریت احمر یہی اسلامی جدیدیت ہے، اور جس کے حصول کو جناب ابراہیم موسیٰ نے خانہ زاد پیادوں اور سواروں کی بڑی تعداد کے تعاون سے زیادہ منظم اور نتیجہ خیز بنا دیا ہے۔ اسلامی جدیدیت کی تشکیل کے بعد اس کو بھی مسیحی اور یہودی جدیدیتوں کے پہلو بہ پہلو، اور مغربی جدیدیت کے سائبان تلے، حریف (Contending) جدیدیتوں میں شمولیت کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ جدیدیت اور اسلام میں جو حق و باطل کا تضاد و اختلاف ہے، اس کا خاتمہ ایک قابلِ حصول مقصد کے طور پر یقینی ہو جائے گا۔ اس کا سادہ مذہبی مطلب یہ ہے کہ نعوذ باللہ حصرِ حق صرف ہدایت میں نہیں ہے، بلکہ ابوجہل کو ابوالحکم ماننے کے دلائل بھی یکساں مذہبی سچائی رکھتے ہیں۔ اس منصوبے کی تکمیل سے وہ خواب شاید پورا ہو جائے جو مغربی جدیدیت نے دو صدیاں قبل دیکھا تھا، اور جس کے حصول میں ہمارے کئی جدید اساطین بھی بدل و جاں معاون رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر فضل الرحمن کی آمدِ ثانی

مدرسہ ڈسکورسز کی ہینڈ بک کے مطابق جناب ابراہم موسیٰ کے ساتھ کچھ دیگر احباب بھی ڈاکٹر فضل الرحمٰن سے براہ راست شاگردانہ تعلق رکھتے ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز کے علمی ایجنڈے کو دیکھنے کے بعد یہ کہنا قرین انصاف ہے کہ اپنے استادِ محترم کی طرح یہ پروفیسر صاحبان بھی عملاً مغربی جدیدیت کو اسلام کا واحد معرف (Sole Definer) بنانے کی تگ ودو میں زندگی کھپائے ہوئے ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز پاکستان میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی فاتحانہ آمدِ ثانی ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمن کو اگر اسلامی جدیدیت کا "عالمِ اعظم" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، کیونکہ وہ اسلامی جدیدیت کی تشکیل کے منصوبے کی سب سے بڑی علمی شخصیت ہیں۔ اسلامی جدیدیت کے علمبردار دیگر مفکرین کی حیثیت محض بے مغز کودکانِ جدیدیت کی ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز دراصل ڈاکٹر فضل الرحمٰن ہی کی پیش کردہ اسلامی جدیدیت کو مسلم معاشروں میں فروغ دینے اور واحد اسلامی معروف (norm) کے طور پر قائم کرنے کا منصوبہ ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی پوری تعبیرِ دین اسلامی جدیدیت کا نہایت ریڈیکل منصوبہ ہے، اور مدرسہ ڈسکورسز جدید سیاسی، معاشی اور ادارہ جاتی وسائل سے مسلم معاشروں میں عین اسی اسلامی جدیدیت کی normalization کی عملی کاوش ہے۔ مغربی جدیدیت اپنے 'عملی پہلوؤں' میں ایک خودکار normalization کا طویل تاریخی پراسیس رہی ہے اور جو بے مثل عالمگیر کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ عملی جدیدیت کے اس غیر معمولی بہاؤ میں اسلامی جدیدیت کے فکری منصوبے کی کامیابی کے امکانات وقت کے ساتھ قوی ہوتے جا رہے ہیں، اور مدرسہ ڈسکورسز کا اگر کوئی 'پیغام' ہے تو یہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں یہ دیکھنا اہم ہے کہ جب ڈاکٹر فضل الرحمٰن اپنی زندگی میں اسلامی جدیدیت کا منصوبہ لے کر اس کے نفوذ و نفاذ کے لیے پاکستان تشریف لائے تھے تو مزاحمت کی نوعیت کیا تھی، اور اب کیا صورت حال ہے؟ اس سے کم از کم دو نتائج ضرور اخذ کیے جا سکتے ہیں کہ روایت کو سر بلند رکھنے اور مغربی جدیدیت کے زیر سایہ پیدا شدہ اسلامی جدیدیت کو چیلنج کرنے والی مذہبی قوتیں فی زمانہ قریب المرگ ہیں۔ گزشتہ صدیوں میں جدیدیت کے روبرو ہمارے علما نے جو جعلی علمی موقف اختیار کیے رکھے وہ اب گوالے کے ملاوٹی پانی کی طرح سیلاب کے ساتھ ہیں یا خس و خاشاک ہیں۔ فی الوقت ہمارے مذہبی علما کا اخلاقی دامن اور علمی ذہن دونوں خالی ہیں، اور انہیں آرام کا مشورہ دینا چاہیے اور دیندار نوجوانوں کو جانکاہ محنت کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ اب مسلم ذہن اسلامی جدیدیت کو تقدیری سمجھ کر اس کے آگے سپر انداز ہو چکا ہے، اور ترکِ اسلام کے علمی اسالیب سے سمجھوتہ کر چکا ہے۔ روایتی مذہبی حلقوں کی طرف سے مدرسہ ڈسکورسز کے بارے میں جس طرح کے خیالات کا اظہار کیا گیا وہ نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ شرمناک ذہنی پسماندگی اور علمی فلاکت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اقبالؒ نے تو تہذیبی 'مے خانوں' کے بند ہونے کا نوحہ کیا تھا، اب ایسا لگتا ہے کہ ان 'مے خانوں' کی کوئی اینٹ بھی باقی نہیں رہی۔

روایت اور تاریخ

وٹگنسٹائن کے منشورِ فکر کے تتبع میں مدرسہ ڈسکورسز کی طرف سے روایت کو متفرق، سب رنگ اور مکسر ریشوں سے بنی رسی قرار دینا اس وقت آسان ہو جاتا ہے جب یہ گردن پہ لپٹ چکی ہو اور اس سے گلوخلاصی کے لیے استعماری سرجری ضروری ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئی ہو۔ اللہ کی رسی ہاتھ سے چھوٹ جائے تو روایت اینا کونڈا (Anaconda) بن جاتی ہے، اور مدرسہ ڈسکورسز جیسے منصوبے اس سے رستگاری کے لیے SOS کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز بنیادی طور پر تاریخ کی شرائط پر ہدایت میں قطع و برید کا منصوبہ ہے۔ 'تاریخ کی شرائط' سے مراد تاریخیت Historicism ہے، اور یہ نظریہ سماجی سائنسز کی بنیاد پر نہ صرف اصالتِ دین کا قطعی مختلف ادراک رکھتا ہے، بلکہ عصر حاضر میں اس کی معنویت و اطلاق کو بھی جڑ بنیاد میں تبدیل کر دیتا ہے۔ تاریخیت کو علمی اصول مان لینے کے بعد دین کو ماننا محض تکلف ہے۔ یاد رہے کہ تاریخیت کا مطلب تاریخ میں ہر لحظہ ظاہر ہونے والی تبدیلی نہیں ہے یا مطالعہ تاریخ میں دلچسپی نہیں ہے جس کی طرف مدرسہ ڈسکورسز کے کچھ شرکا نے اشارہ کیا ہے، بلکہ یہ ایک علمی اور تعبیری اصول ہے، جس کو دیکھنا ضروری ہے۔ بہت مختصراً عرض ہے کہ تاریخ کے بارے میں بست (closed) و کشاد (open) کے دو بنیادی موقف ہیں۔ مذہبی آدمی عقیدے کی بنا پر ماورا کا ایسا دھیان رکھتا ہے کہ وہ بستِ تاریخ کو قبول نہیں کر سکتا۔ مغرب میں مذہب کی ہزیمت کے بعد عینیت پسندی کے نظریات اور جدیدیت کے مہا بیانیوں نے کشادِ تاریخ کے تصورات کو زندہ رکھنے کی کوشش کی، لیکن بیسیوں صدی کے آغاز تک وہ متزلزل ہو گئے اور اسی صدی کے اواخر تک مابعد جدیدیت کی طرف سے کشادِ تاریخ کے تصور کو باقی رکھنا ممکن نہ رہا۔ مذہب/ وحی کے انکار کے بعد تاریخ اور معاشرے کے بارے میں grand theories۔ کشادِ تاریخ کو باقی رکھنے کی ناکام کوششیں رہی ہیں۔ ایسی تاریخ کا تصور جو کسی جانب کوئی روزن نہیں رکھتی، خود مختار عقل اور اس کے حامل انسان کی فطری تقدیر ہے۔ تاریخیت historicism کے تمام تصورات post-metaphysical history کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادراک سے پیدا ہوئے ہیں، اور جو اصلاً بستِ تاریخ ہے۔ بستِ تاریخ کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ سے ماورا کوئی آئیڈیا، حقیقت یا ہستی ایسی نہیں ہے جو تاریخ اور اس میں محبوس انسان سے متعلق ہو یا اس پر اثر انداز ہو سکتی ہو۔ اگر بستِ تاریخ کو قبول کر لیا جائے، تو انسان اور دنیا کو دیکھنے کا انداز بدیہی طور پر بدل جاتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عینیت پسند نظریات اور جدیدیت کے مہا بیانیے بستِ تاریخ کے تسلط اور شعور کے انہدام کے روبرو مزاحمت کی غیر معمولی داستان ہے جو مغربی انسان نے رقم کی ہے۔ مہا بیانیوں کا خاتمہ اصلاً بستِ تاریخ کی آمد کا اعلان ہے، یعنی post-metaphysical history کی آمد کا منظر ہے۔ بستِ تاریخ (Entity closed as history) کا تصور غیر عقلی، ارادی اور وجودی ہے، اور فی زمانہ اسے ایک اصل الاصول کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ سادہ لفظوں میں اس کا مطلب انسانی شعور کا حتمی انہدام اور عمل کا کلی غلبہ ہے۔ انسانی شعور کے انہدام کے ساتھ ہی عینیت پسندی کے نظریات اور مہا بیانیے سب غیر اہم ہو جاتے ہیں، اور مابعد جدیدیت اسی صورت حال کو ظاہر کرتی ہے۔ بستِ تاریخ کا تصور مذہبی عقیدے سے براہ راست متصادم اور historicism کی بنیاد ہے۔ اسلامی جدیدیت، historicism (تاریخیت) کو قبول کیے بغیر ممکن نہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز کے حاملین پر تاریخیت کے غلبے کی وجہ سے یہ بعید نہیں کہ چند سالوں تک "ابوالحکم کے اسلامی کارنامے" جیسے ماڈیولز (modules) بھی اسلامی جدیدیت کے بنیادی نصاب کے طور پر متعارف کرا دیے جائیں۔ العیاذ باللہ۔ یہ امر کہ ہیومن کنڈیشن یا احوالِ ہستی مستقل ہیں، اور تاریخ مسلسل بدل رہی ہے، دو مختلف چیزیں ہیں۔ انسانی معاشرے اور تاریخ میں تبدیلی کا انکار غیر انسانی ہے اور اس کے شعور پر مترتب اثرات سے انکار ہٹ دھرمی ہے۔ لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاریخ کو انسانی ہستی کے اصل الاصول کے طور پر قبول یا تسلیم کرنا مذہبی عقیدے کی نفی ہے۔ اسلامی جدیدیت تاریخ کے بارے میں بنیادی ادراک کی تبدیلی کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہدایت راکب ایام ہے مرکب ایام نہیں۔ اگر تاریخ کو ہدایت کی تعبیر میں اصل الاصول کے طور پر تسلیم کرلیا جائے تو معاشرے سے مذہب کا خاتمہ ایک یقینی ہدف کے طور پر زیر عمل لایا جاسکتا ہے، اور جدیدیت کے انسانی زندگی کے واحد معرف بن جانے کے حقیقی امکانات پیدا ہوجاتے ہیں۔ جناب ابراہیم موسیٰ اور دیگر متجددین تاریخ کی پیدا کردہ تبدیلیوں کو اصل الاصول قرار دے کر مذہب کے تعبیری مؤثرات میں مرکزی جگہ دے چکے ہیں، اگرچہ ہینڈ بک میں اس کی سریں ابھی دھیمی ہیں۔

مدرسہ ڈسکورسز کا توشہء سوالات اور کشکولِ جوابات

زیرِ جدیدیت انسانی تاریخ میں غیر معمولی علم کا ظہور اور غیر معمولی واقعاتی تبدیلیاں ایک بدیہی امر ہے۔ ان جدید مظاہر کی درست یا جائز تفہیم کی عدم فراہمی اور ہدایت سے ان کی نسبتوں میں فکری خلفشار کی وجہ سے ہمیں موجودہ صورتحال کا سامنا ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز کی ہینڈ بک میں دیے گئے سوالات اسلامی جدیدیت کی تہہ میں پوری قوت سے کارفرما تاریخیت زدہ شعور کے عکاس ہیں۔ یہ شعور مکمل طور پر کولونائزڈ (مستعمَر) ہے اور جدیدیت کے پیدا کردہ افکار و احوال اور اس کی پیدا کردہ دنیا پر سوال اٹھانے کی کوئی انسانی استعداد، فکری صلاحیت اور اخلاقی حمیت نہیں رکھتا۔ مدرسہ ڈسکورسز میں سرمائے اور طاقت کی حرکیات چونکہ فیصلہ کن عامل کے طور پر داخل ہے، اس لیے سوالوں کی لوکال (locale) کٹہرا ہے اور ان کی نوعیت تفتیشی ہے۔ سوالات صرف اسلام پر، دینی روایت پر اور مسلم معاشروں کے بچے کچے اداروں پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھائے جا سکتے ہیں اور ان کے جوابات صرف جدیدیت کے تناظر اور اس کے پیدا کردہ فکری وسائل میں رہتے ہوئے دیے جا سکتے ہیں۔ یعنی "اسلام کا محاسبہ اور یورپ سے درگزر" کوئی شاعرانہ بات نہیں، جدید مغربی جامعات کا علمی طریقہ کار اور مدرسہ ڈسکورسز کی اساسی منہج ہے۔ اسلامی جدیدیت، استشراق کی دروں کاری ہے، اور اس کے سوالات کی نوعیت علمی سے زیادہ ہمیشہ تفتیشی رہی ہے۔ سوالات کی تفتیشی نوعیت ہی کی وجہ سے apologetica پیدا ہوتی ہے، جو محکوموں کے علمی ڈسکورس کا نام ہے۔ apologetica سیاسی غلبے کی صورت حال میں، اس غلبے کی شرائط پر محکوم معاشرے کے علم کی تشکیل نو ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز اصلاً انہیں معذرت خواہانہ علوم کو ہمارے اصل علوم کے طور پر پیش کرنے کے نئے مرحلے کا آغاز ہے۔ اس کام کے لیے ڈاکٹر فضل الرحمٰن سے بہتر بھلا کون آدمی ہو سکتا ہے؟ وہ اس پورے منصوبے کے patron۔ saint ہیں۔

مدرسہ ڈسکورسز کی ہینڈ بک میں سوالات کی تین فہرستیں دی گئی ہیں جن کو دیکھنا ضروری ہے۔ ان سوالات کی حیثیت 'امتحانی' تیاری کا منہج متعین کرنے جیسی ہے۔ ایک فہرست 'مرکزی' سوالات کی ہے، دوسری سائنسی سوالات کی ہے، اور بیچارے علم الکلام پر صرف ایک ہی سوال ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان سوالات کی اہمیت سے انکار نہیں، اور تھوڑے بہت فرق کے ساتھ یہ وہی سوالات ہیں جو استعماری جدیدیت کی آمد کے بعد سے اسلامی روایت اور تہذیب پر مسلسل اٹھائے جاتے رہے ہیں۔ ان سوالات کے اہم، بنیادی اور جواب طلب ہونے سے انکار ہٹ دھرمی ہوگی۔ لیکن ان سوالات کے تہذیبی سیاق و سباق کو منہا کرنا استشراقی تتبع میں مدرسہ ڈسکورسز کی بنیادی پالیسی ہے۔ ان سوالات کو دیکھ کر یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی حیثیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹانگے میں جتے گھوڑے کی آنکھوں پر چڑھے نیم کھوپوں جیسی ہے جو گھوڑے کے احاطۂ بصارت (field-of-vision) اور مقصدِ بصارت کو متعین کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گھوڑے کی بصارت کام نہیں کر رہی، اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی بصارت پورا کام کر رہی ہے۔ ان نیم کھوپوں کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے کی بصارت اس کے اپنے لیے نہیں بلکہ تانگے کے لیے کام کرے۔ مدرسہ ڈسکورسز کے شرکا کے تجرباتی مکشوفات پڑھ کر بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ محدد بصارت کیسے کام کرتی ہے، اور نوٹرے ڈیم والوں کی بصیرت کس قدر گہری ہے۔ ڈسکورس کا مطلب حریت شعور میں کی گئی علمی سرگرمی نہیں ہوتا۔ ڈسکورس کا مطلب طاقت اور سرمائے کی تحدیدات اور اہداف پر کی گئی علمی سرگرمی ہے۔ ڈسکورس اصلاً ایسے ہی مبحث اور مکالمے کا نام ہے جو سیاسی طاقت کی فوری ضروریات کے تحت، اسی کے معاشی وسائل سے، اسی کے طے کردہ یک طرفہ تفتیشی سوالات پر، اسی کی زیر نگاہ واقع ہوتا ہے اور شام کو رپورٹ داخل کرانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ جناب ابراہیم موسیٰ نے جو رپورٹ داخل کرائی ہے وہ بہت حوصلہ افزا ہے۔ لیکن کیا ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ جناب ابراہیم موسیٰ کے لیے رپورٹ داخل کرانا کیوں ضروری ہے؟ اس لیے کہ علم 'دفتری' کام بن جائے تو رپورٹ داخل کرانا ضروری ہوتا ہے۔ 'دفتر' جدید طاقت کی تشکیل ہی کا ایک نام ہے، اور ہر 'دفتری' چیز طاقت اور سرمائے کی حرکیات کا حصہ ہوتی ہے۔

مدرسہ ڈسکورسز کے سوالات جس تہذیبی interface پر اٹھائے گئے ہیں، اس پر دو امور پہلے سے طے شدہ ہیں۔ ایک یہ کہ سوالات کی نوعیت ایسی ہو جو مباحث یا ڈسکورسز میں ڈھلتے ہی طالب علم کی انفرادی، فکری اور تہذیبی صورت حال کی normalization کو ممکن بنا دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مغربی تہذیب، اسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مسلمانوں کے بارے میں جو متداول اور غالب فکری موقف رکھتی ہے، اس کو علمی طور پر نہ صرف مسلمانوں کے لیے قابل قبول بنا دیا جائے اور اسلام کی تعبیر میں بھی فیصلہ کن عامل کی حیثیت دے دی جائے، بلکہ مسلمان اسے واحد علم سمجھ کر اس کے فروغ کا کام بھی اپنے ذمہ لے لیں۔ دوم یہ کہ سوالات کی نوعیت ایسی ہو جس میں جدیدیت کی حیثیت normative ہو، اور وہ خود مرکزی تو خیر کیا، ضمنی سوالات کا موضوع بھی نہ ہو۔ چونکہ مقصود اسلامی جدیدیت کی تشکیل ہے، اس لیے جدیدیت کو علمی معروف اور حق کا معرف تسلیم کرنے کے بعد سوالات اسلام پر ہی اٹھائے جا سکتے ہیں۔ غلبے کا مطلب یہ ہے کہ جدیدیت، عمل میں مستحکم ہے لیکن غلبے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جدیدیت اپنے عملی استحکام کی طرح کوئی فکری استحکام بھی رکھتی ہے۔ جدیدیت اور اس کی پیدا کردہ تہذیب پر سوالات کو مدرسہ ڈسکورسز میں شامل نہ کرنا ایجنڈے کے تحت ہے۔ اس صورت حال کی ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے متجددین کے ہاتھوں میں اب کوئی کشکول بھی نہیں رہا تھا، اس لیے "مدرسہ ڈسکورسز" کا درآمد شدہ کشکول بھی ان کے ہاتھوں میں تھما دیا گیا ہے۔

جدیدیت اور اسلام: چند گزارشات

مدرسہ ڈسکورسز کے تہذیبی پس منظر کے حوالے سے ایک دو باتیں عرض کرنا ضروری ہے۔ گزارش ہے کہ ہمارے لیے اٹھارھویں صدی کا یا کلپ کی صدی ہے جس میں زوال، تہذیبی خلفشار اور استعمار نے مسلم معاشروں کو اپنی گرفت میں لینا شروع کیا۔ یہ ایک طویل عمل تھا جس کے بیسیوں پہلوؤں کو دیکھنا ضروری ہے، لیکن اس میں تین پہلو زیادہ اہم ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الف) مخاصمانہ بدلتے ہوئے حالات کے دباؤ میں دینی روایت اور ہدایت کی معنویت ازسرنو "سمجھنے" کا آغاز ہوا، اور اس میں داخلی اور خارجی دونوں طرح کے اہلِ علم شامل تھے۔ داخلی طور پر اس سرگرمی کے سب سے بڑے اور اولین نمائندے حضرت شاہ ولی اللہؒ ہیں۔ دین کو "سمجھنے" کی علمی سرگرمی کا فوری نتیجہ ہمارے ہاں حنفی وہابی کے شدید مناقشے کی صورت میں سامنے آیا، اور سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد دین کو "سمجھنے" کا عمل مناقشے اور فرقہ واریت کا ایک مستقل سیلاب بن کر مسلم شعور اور معاشرے پر مسلط ہو گیا۔ انیسویں صدی کے اوائل سے اہلِ استعمار بھی استشراق اور دیگر کئی عنوانات سے اس سرگرمی میں شریک ہو گئے۔ اس داخلی اور خارجی علمی سرگرمی کا بنیادی سوال یہ تھا کہ "اسلام کیا ہے؟" "مسلم معاشرہ" "سمجھنے" کے کام میں ایسا جتا کہ ہدایت کی بدیہی معلومیت اور اس کے دوٹوک مطالبات طاق نسیاں میں پڑے گرد ہو گئے۔ "سمجھنے" کے عمل نے دینی اور دنیوی طور پر ہمیں جہاں پہنچا دیا ہے اب تو ہمیں اس کی بھی کوئی "سمجھ" نہیں آتی۔ ہماری موجودہ صورت حال میں گزشتہ دو سو سالہ حاصلاتِ فہم کا براہ راست دخل ہے، اور یہ عجیب تر ہے کہ ہم شرمندہ ہونے کی بجائے ان پر فخر کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ "سمجھنے (understanding)" کی سرگرمی میں فیصلہ کن عامل تاریخ ہوتی ہے، اور "سمجھنے" کے عمل میں ماورائے تاریخ کوئی عنصر باقی نہیں رہ سکتا۔ "سمجھنے" کی سرگرمی ایمانی محتویات کو historicize اور positivize کرنے اور انسانی شعور کی شرائطِ تاریخ پر تشکیل کا نام ہے۔ ہمارے ہاں "سمجھنے" کی سرگرمی زیادہ تر ایمانیات اور سیاسیات کے دو موضوعات پر مرتکز رہی ہے۔ داخلی اور خارجی طور پر "سمجھنے" کی اس سرگرمی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ سوائے عبادات کے کسی بھی شعبے میں اسلام کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی تہذیبی معنویت باقی نہیں رہی، اور یہ ایک ذاتی اور موضوعی (subjective) فہم کے طور پر یقیناً باقی ہے۔ انتشار کی اس صورت حال میں مدرسہ ڈسکورسز اسلام کی مغرب پسند کسری تفہیمات کو ایک تہذیبی معنویت دینے کا منصوبہ ہے۔

(ب) ہماری گزشتہ دوسو سالہ علمی تاریخ میں ایک سوال غیر حاضر ہے کہ جن داخلی اور خارجی تاریخی حالات میں "اسلام کیا ہے؟" کا سوال پیدا ہوا ہے، وہ کیا ہیں؟ داخلی حالات میں زوال کی "فہم" ضروری تھی، اور وہ "فہم" آج تک چند ایک تقدیری اور اخلاقی بیانات سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ زوال سے پیدا شدہ اختلالِ حواس میں ہم نے یہ بھی فرض کر لیا تھا کہ دین کا درست "فہم" کھو گیا ہے، اور اسی باعث دین سے وابستگی میں کمزوری در آئی ہے، اور دین سے کمزور وابستگی ہمارے زوال کا سبب ہے۔ "فہم دین" کے کارخانے ایسے چلے کہ اب ان کا خام مال ہی نایاب ہو گیا ہے۔ ہر چیز "فہم" کی چھانی سے گزر کر دھول بن چکی۔ "فہم" کی گرم بازاری کے باوجود ہم یہ نہ "سمجھ" سکے کہ زوال کوئی مذہبی مسئلہ نہیں، بلکہ تہذیبی اور تاریخی مسئلہ ہے اور دنیا کی ہر تہذیب کو درپیش رہا ہے، اور اسے انہی شرائط پر دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔

خارجی حالات میں اہم سوال یہ تھا کہ "جدیدیت اپنی فکر میں اور اپنے عمل میں کیا ہے؟" "جدید علوم" کے زیر عنوان کسی حد تک اس موضوع پر گفتگو کی کوشش ہوئی ہے، لیکن وہ محض مضحکہ خیز ہے، اور یہ صورت حال آج تک چلی آتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اکبر الہ آبادیؒ نے "جدیدیت بطور استعماری کلچر" کو اور اقبالؒ نے "مغرب بطور تہذیبی فکر" کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور دونوں اصلاً جدیدیت ہی کے سوال کو ایڈریس کر رہے ہیں۔ لیکن دونوں نے ثقہ علمی روایت کی عدم موجودگی میں شاعری کو بطور ٹول استعمال کیا۔ افسوس کہ اپنی روایت کو "سمجھنے" کے عمل میں جو علوم پیدا ہوئے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس قدر ردی اور جعلی تھے کہ ان میں مدرسہ ڈسکورسز کی طرح کوئی نیوٹرل علمی سوال جگہ ہی نہیں پا سکتا تھا، اور سوالات صرف اسلام پر اٹھائے جا سکتے تھے۔ سیاسی غلامی میں پیدا ہونے والے ہمارے داخلی علوم جدیدیت کے کسی بھی نظری اور عملی پہلو پر سوالات کی ذرہ بھر گنجائش بھی پیدا نہ کر سکے۔ حیرت ہے کہ تاریخی تجربے کی بدیہیات بھی ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ مدرسہ ڈسکورسز ہمارے تہذیبی انتشار کی اس صورت حال میں مغرب کے سیاسی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کا نیا عنوان ہے۔ مضمون وہی پرانا ہے۔

(ج) جدید علوم تاریخ کو صرف سلسلۂ واقعات کے طور پر نہیں دیکھتے، بلکہ اس کی ایک نظری اور تعبیری معنویت کو سامنے لاتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں گزشتہ دو سو سال میں تاریخ کی تبدیلی کا ادراک بدیہی اور چند ایک پست اور زیادہ تر غیر متعلق اخلاقی قضایا تک محدود ہے۔ تاریخ کا بدیہی اور پست اخلاقی ادراک ہمارے مذہبی متون کی تعبیر میں اصول اول کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز اس صورت حال کو منضبط کرنے اور مذہبی متون کو جدید تاریخی مؤثرات کے تابع کر دینے کا منصوبہ ہے تاکہ ہدایت کی خود مختار حیثیت کو عملاً ختم کیا جا سکے۔

جدیدیت اور اسلام: کچھ فراموش کردہ سوالات

گزارش ہے کہ جدیدیت اور اسلام کے حوالے سے مندرجہ ذیل سوالات کو زیر بحث لانا ضروری ہے:

۱۔ کیا اسلام اور جدیدیت اپنے اساسی بیانات میں باہم متفق ہیں؟ اگر ''ہاں'' تو اس اتفاق کی تفصیل کیا ہے؟ اور اگر ''نہیں'' تو تضاد اور تخالف کی نوعیت کیا ہے؟

۲۔ شعورِ انسانی، حیاتِ انسانی اور کائنات کے آغاز و انجام کے انتہائی اساسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موقف میں جدیدیت اور اسلام بالکل متضاد اور باہم یک نگر (mutually exclusive) موقف رکھتے ہیں۔ اسلامی جدیدیت کی تشکیل میں ان کو نظر انداز کرنے کے مقاصد کیا ہیں؟

۳۔ تہذیبوں اور معاشروں میں تعامل اور لین دین تاریخی معمول رہا ہے۔ لیکن کوئی تہذیب اپنے اساسی تصورات دوسری تہذیب سے مستعار نہیں لیتی۔ موجودہ صورت حال میں جدیدیت ایک عالمگیر تہذیب بن چکی ہے، اور روایتی تہذیبیں اپنی بچی کچی فکر اور ہیئتوں کے ساتھ جدیدیت کی بنائی ہوئی دنیا میں بقا کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ جدیدیت کی عالمگیریت کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اب کوئی تہذیب اپنے اساسی اصولوں پر بھی باقی نہیں رہ سکتی۔ اس کی بڑی مثال جدید چین ہے جس کے اساسی تہذیبی اصول بھی جدیدیت سے حاصل ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نے اسلام کو اپنی اساسِ تہذیب کے طور پر باقی رکھنا ہے یا جدیدیت کو اپنی مکمل تہذیبی اساس کے طور پر اختیار کرنا ہے؟ مدرسہ ڈسکورسز کے زیر اہتمام اسلامی جدیدیت کا منصوبہ اسلام کو تہذیبی اساس کے طور پر ختم کرنے کا منصوبہ ہے۔ کیا ہم اسلام سے رستگاری (emancipation) کا شعوری فیصلہ کر چکے ہیں؟

۴۔ اس بات کا امکان ہے کہ متجددین مغربی جدیدیت کے ہمارے بیان کو نادرست سمجھتے ہوں اور یہ الزام رکھتے ہوں کہ ہم جدیدیت کی طرف غلط موقف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن رستگاری (emancipation) اور عقلِ خودمختار مغربی جدیدیت کے لاینفک اجزا ہیں۔ ان دو تصورات کو اسلامی جدیدیت میں کن اصولوں کے تحت شامل کیا گیا ہے اور وہ اصول کیا ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔ جدیدیت اور تحریک تنویر کی رستگاری (emancipation) ارادی ہے، اور یہ دیکھنا مشکل نہیں کہ یہ رستگاری کس چیز سے ہے۔ ارادی ہونے سے ظاہر ہے کہ یہ اپنے موقف کے علمی دلائل نہیں رکھتی، اور تمام علمی تشکیلات اور استدلالات اس بنیادی مفروضے تک پہنچاتے نہیں ہیں، اس سے پھوٹتے ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز کی اسلامی جدیدیت ان مبادیات کو problematize کرنے کے کیا فکری وسائل رکھتی ہے؟

۶۔ جدیدیت کی پوری نظری اور عملی تشکیل میں حق نامعلوم ہے، اور اعمال صالحہ غیر مطلوب ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز کی اسلامی جدیدیت کا فکری شجرہ نسب کیا ہے؟

۷۔ مدرسہ ڈسکورسز کے شرکا استعمار اور استشراق پر بھی کوئی موقف رکھتے ہیں یا نہیں، اور اس کے منابع کیا ہیں؟

۸۔ جیسا کہ معلوم و معروف ہے، مسیحی اور یہودی مذاہب کی نئی تشکیلات جدیدیت کی شرائط پر سامنے لائی گئی ہیں، اور عین وہی مقاصد اسلامی جدیدیت کے ذریعے حاصل کرنا مقصود ہے۔ اسلامی جدیدیت کی تشکیل پر روانہ ہونے سے پہلے، کیا مدرسہ ڈسکورسز کے شرکا ان مذہبی جدیدیتوں کے نتائج مسلمانوں کے سامنے رکھ سکتے ہیں؟

۹۔ اگر مدرسہ ڈسکورسز ایک علمی سرگرمی ہے اور سیاسی منصوبہ نہیں ہے تو سوالات صرف اسلام پر ہی کیوں اٹھائے جا رہے ہیں؟ اور جدیدیت کو ایک norm کے طور پر کیوں متعارف کرایا جا رہا ہے؟ جدیدیت کو ایک historical norm سے ترفع دے کر ایک norm-ontological کا درجہ دینا علمی دیانت کے منافی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوالات کی یہ فہرست ظاہر ہے کہ غیر حتمی ہے، اور مدرسہ ڈسکورسز کی اسلامی جدیدیت کی علمی منہج اور تہذیبی مقصد پر علمی ضرورت کے تحت مزید جائز سوالات اٹھائے جاسکتے ہیں۔

"جدید" علم الکلام اور جدید علوم

گزارش ہے کہ مذہب اور جدیدیت کے مابین مباحث میں علم الکلام کا ذکر اکثر کیا جاتا ہے۔ کئی حلقوں میں جدید علم الکلام کی تشکیل کی ضرورت اور نئے کلامی منصوبوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ معتزلہ، اشاعرہ وغیرہ کے اکا دکا غیر سیاقی حوالے بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔ متجددین اسلامی جدیدیت کی تشکیل، مذہب کو دی جانے والی رنگ برنگی تعبیری لگاموں اور مذہب کے محاصرے کے لیے نظری اور سائنسی علوم کی deployment کو بھی "جدید علم الکلام" قرار دیتے ہیں۔ اکثر مخلص اہل مذہب بھی اس شوق میں ہیں کہ موجودہ صورت حال میں ایک نئے علم الکلام کی ضرورت ہے، اور ان کی طرف سے جو نئی تعبیرات سامنے آتی ہیں وہ مسائل کو سمجھنے میں نہ صرف یہ کہ معاون نہیں ہوتیں بلکہ خلجان ذہنی میں اضافہ کرتی ہیں۔ "جدید" علم الکلام کی بات کرتے ہوئے ہمیں اپنی مطلق علمی زبوں حالی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اگر کسی ٹھیٹھ علمی معیار پر مذہب کا دفاع کیا جائے تو تعلیم یافتہ مذہبی آدمی کو بھی یہ پتہ نہیں چلتا کہ بات مذہب کے خلاف ہو رہی ہے یا مذہب کے حق میں؟ ایسی صورت حال میں مدرسہ ڈسکورسز نے چند ایک بنیادی باتوں کے ارادی اغماض سے، اور علم الکلام کی مجرد ضرورت کا ادراک کرتے ہوئے نہایت چالاکی سے اس تصور کو appropriate کیا ہے تاکہ داخلی وسائل کو بھی مذہب اور روایت کے خلاف استعمال کیا جاسکے۔ "جدید"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علم الکلام کی بحث میں مندرجہ ذیل پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

(۱) کلاسیکل اور جدید علم الکلام کے تہذیبی پس منظر کو نظر انداز کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے۔ سیاسی طاقت کی حاضر و موجود صورتِ حال علمی سرگرمی پر لازماً اثر انداز ہوتی ہے۔ کلاسیکل علم الکلام دورِ عروج میں سامنے آنے والے ایک بڑے چیلنج کا جواب (response) تھا۔ دورِ زوال میں شکست خوردہ معاشرہ جواب (response) کے امکانات سے خالی ہوتا ہے کیونکہ علم اور عمل کی صرف دو صورتیں، یعنی مداہنت یا مزاحمت ہی ممکن ہوتی ہیں۔ جدید علم الکلام دورِ زوال میں سامنے آنے والی مداہنت ہے، اور شکست کی علمی تشکیل ہے۔

(۲) جدید علم الکلام میں 'تاریخ' ایک تعبیری ترکیب (hermeneutical device-) ہے جس کا براہ راست مقصد مذہب اور روایت کو ادھیڑنا ہے، اور زمانی مؤثرات کے تابع کرنا ہے۔

(۳) کلاسیکل علم الکلام مذہب کی روایتی شناخت اور ساخت کو باقی رکھنے کی مستقل اور بھرپور کوشش تھی۔ کلاسیکل علم الکلام، یونانی فلسفیانہ علوم میں مذہب مخالف عناصر کا بہت گہرا تہذیبی شعور سامنے لایا تھا، مثلاً علم اور وحی کے مابین وحی کی اولیت و حاکمیت، عقل کے مواقف، شعور اور وجود کی فکری نسبتیں، عقیدے کو نظری بنانے کا رد اور اس کے جوابات (responses)، یونانی علوم کی تعبیری تزویرات کا رد، یونانی تہذیب اور اس کے فلسفیانہ علوم کو norm تسلیم کرنے سے انکار وغیرہ۔ جدید علم الکلام تہذیبی سطح پر علمی مکالمے کی بنیادی شرائط ہی سے ناواقف ہے، اور استعماری جدیدیت کے علمی معروفات کو مذہب پر لادتے چلے جانے کا نام ہے۔ مثلاً تاریخیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(historicism) ہی کو لیجیے۔ جدید علم الکلام اس پر کوئی سوال اٹھانے کی حمیت اور سکت نہیں رکھتا، بلکہ یہ اس کے معروفات کو تعبیری عجلت میں مذہب پر وارد کرنے کو ہی علمی سرگرمی خیال کرتا ہے۔

(۴) زوال تہذیبی ادراک کے دھندلانے اور اجتماعی عمل کے غیر نتیجہ خیز ہونے کی حالت ہے، یعنی زوال اجتماعی شعور اور اجتماعی عمل کی ایک خاص صورت حال کا نام ہے، اور جو ناگزیر طور پر شکست میں ظاہر ہوتی ہے۔ زوال بیک آن تاریخ کا سیاسی کھلونا بننے اور اپنے بنیادی متون کو تعبیری بازیچہ بنانے کی حالت ہے۔ ایسی تہذیبی فضا میں شعور ایک نابینا کی طرح غیر تہذیب سے عینیت کا راستہ ٹٹولتا ہے، اور اجتماعی عمل تطبیق کی ڈگمگاہٹ اختیار کرتا ہے۔ ہماری گزشتہ دو سو سالہ تاریخ کے یہ بنیادی مظاہر ہیں۔ جدید علم الکلام کی علمی منہج عینیت کی شرط پر تشکیل پائی ہے اور عملی منہج تطبیق کے اصول پر۔ مدرسہ ڈسکورسز اسی صورت حال کی formalization ہے۔ جدید علم الکلام کی کل رسومیات عینیت اور تطبیق ہے۔

(۵) ہمارے ہاں احیا اور نشاۃ الثانیہ وغیرہ کی تمام تر لغویات تہذیبی شکست کے عدم ادراک سے پیدا ہوئی ہیں۔ شکست کا تہذیبی ادراک مزاحمت پیدا کرتا ہے۔ دور زوال میں ہمارے ہاں تاریخ کا ادراک صرف "عروج کے کھو جانے" کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ "عروج چلا گیا"، ہم یہ نہیں کہتے کہ "شکست ہو گئی"۔ ہمارے ہاں "عروج کے خاتمے" کا معنی "تہذیبی شکست" نہیں ہے۔ اس کھوٹے ادراک سے ایک تہذیبی ناسٹیلجیا (nostalgia) پیدا ہوا جس نے ہمارے شعور و عمل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہم جلد ہی احیا و نشاۃ الثانیہ کی لغویات کے طومار میں ڈوب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئے۔تہذیبی ناسٹیلجیا جمالیاتی تخیل کے اظہار کا جائز دائرہ ہے،لیکن یہ کسی علمی تشکیل کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ ہمارے متداول علوم کے جعلی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہی یہ ہے کہ وہ اس ناسٹیلجیا سے پیدا ہوئے ہیں،اور تاریخ کو دیکھنے کی آنکھوں سے ہی محروم ہیں۔ ہمارے اختلال کی اس سے بڑی کوئی مثال نہیں ہوسکتی کہ تہذیبی ناسٹیلجیا کے جمالیاتی مظاہر کو قابل مذمت سمجھتے ہیں، اور ان احوال میں پیدا شدہ ہفواتِ علم پر فخر کرتے ہیں۔شکست کا تہذیبی ادراک حمیتِ شعور اور مزاحمتِ عمل کو باقی رکھتا ہے۔ جدید علم الکلام اسی ناسٹیلجیا کا اظہار ہے اور علمی فریب کاری سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔شکست کا سامنا کرنے کا مذہبی اصول جہاد ہے، جسے علم اور عمل میں ایک ایسی تہذیبی مزاحمت کے طور پر سامنے لانے کی ضرورت ہے جس میں معاشرہ اور حکومت دونوں ایک ساتھ شریک ہوں۔

(۶) متجددین اور اسلامی جدیدیت کی منہجِ علم نے استشراق سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔دنیا کی کوئی علمی روایت داخلی تضادات سے خالی نہیں ہوتی،اور یہ کبھی اساسی نہیں ہوتے۔یعنی جدلیات علم اور فکر میں جاری ہوتی ہے، ہدایت/ اساسی ورلڈ ویو میں نہیں۔تہذیب اور روایت کی داخلی جدلیات کا اصلی مقصود متفق علیہ ہدایت/ ورلڈ ویو کو علم میں سامنے لانا ہوتا ہے۔ استشراق نے اسلامی تہذیب کی داخلی علمی اور نظری جدلیات کو ہدایت تک توسیع دینے کا کام کیا ہے، اور اسلامی جدیدیت نے اسی علمی اصول اور منہج کو اختیار کیا ہے۔ اسلامی جدیدیت نظری علم کی جدلیات کو ہدایت تک پھیلا کر اس میں نقب لگانے کا کام کرتی ہے، اور اس وقت بیسیوں اہل علم اسی کام میں جتے ہوئے ہیں۔"جدید علم الکلام" استشراق کے بدترین چربے کے علاوہ کچھ نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۷) ہمارے نزدیک جدیدیت یا مغرب کی درست تفہیم ایک جائز اور ضروری تہذیبی مقصد ہے، اور اس میں جدیدیت یا مغرب کی 'حقیقت' اور 'واقعیت' دونوں شامل ہیں۔ یہ ایک علمی مقصد ہے جو عمل کے لیے یقینی مضمرات رکھتا ہے، اور شعور کی حریت کے بغیر ناقابل حصول ہے۔ اس علمی کوشش کے ذرائع و آلات (tools) معروف ہیں اور بآسانی دستیاب ہیں، اور جو فراہم نہیں ہیں انہیں تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ اس عمل میں مغرب یا جدیدیت سے غلط باتیں منسوب کرنا حصولِ مقصد میں رکاوٹ اور نہایت قابل مذمت ہے۔ یہ اپروچ خود ہمارے لیے مہلک ہے، اور مغرب کے غلبے اور مذہب کے خاتمے کو ایک امر واقعہ بنا دیتی ہے۔

یہ واضح رہے کہ جدیدیت شعور میں ارادی ہے، اور عمل میں تقدیری ہے۔ اور جدیدیت کو دیکھنے کے مذہبی تناظر دو ہیں: ایمان اور عمل صالح۔ جدیدیت کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ ایمانی تناظر سے مشروط ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ جدیدیت اپنے کل اور جزو میں باطل ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ایمانی تناظر میں جدیدیت کا اساسی ورلڈ ویو قطعی باطل ہے۔ اور جزو میں باطل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جدیدیت عمل کی ایک غیر معمولی تقویم کی حامل ہے، لیکن وہ قطعی عمل صالح نہیں ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے احباب فوراً مغربی معاشرے میں خیر کے مظاہر کی ہچکیانہ دلیل لائیں گے۔ یہ محض التباس ہے کیونکہ وہ اس 'عمل خیر' کی وجودیات سے بے خبر ہیں۔ عصر حاضر میں عمل صالح کی بازیافت جدیدیت کے تقدیری پہلوؤں کی تنقیح کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے، اور اس پر گفتگو کا یہ محل نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم نے علم و عمل کا جو توشہ عصر حاضر کے سامنے پیش کیا ہے، وہ محض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرمناک ہے۔ اقبالؒ نے شاید ایسے ہی کسی لمحے کی برافروختگی میں فرمایا ہوگا:

زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
تیرا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

نوٹ: افسوس کہ بوجوہ مدرسہ ڈسکورسز کے کئی اہم پہلوؤں پر گفتگو نہ کر سکا۔ اس میں بہت اہم مدرسہ ڈسکورسز کی ہینڈ بک میں دیے گئے 'دیسی' اور 'غیر دیسی' شرکا کے تاثرات کا تجزیہ ہے۔ دیانتدارانہ متنی تجزیہ اس میں آباد جہانِ معنی کو کھول سکتا ہے۔ یہ تاثرات علمی سرگرمی میں اکثر کارفرما perceptions-ofdissonance- کو سمجھنے کا وقیع ذریعہ ہیں۔ پھر تاریخیت کو ایک تعبیری ترکیب (hermeneutical device-) کے طور جس طرح مدرسہ ڈسکورسز میں سامنے لایا گیا ہے، اس کا تجزیہ وقت کی ضرورت ہے۔ ہمارے متجددین نہایت نادان اور ادرک کی ایک گانٹھ کے پنساری ہیں۔ اصل پنساری ڈاکٹر فضل الرحمٰن ہیں، اور وہ ہمارے متجددین کی مانند جعلساز نہیں ہیں۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے فکری منصوبے کے طور پر مدرسہ ڈسکورسز کا تجزیہ تفصیل سے ضروری ہے۔ مزید یہ کہ مدرسہ ڈسکورسز روایت کے جس تصور پر کھڑا ہے اس کا تجزیہ اپنی جگہ اہم ہے۔ مجھے امید ہے کہ اہل علم ان اہم علمی پہلوؤں کی طرف ضرور التفات فرمائیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب (ماہنامہ الشریعہ، ستمبر ۲۰۱۹ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر زاہد صدیق مغل[1]

مدرسہ ڈسکورسز اور علم الکلام کے جدید مباحث

"علم الکلام کے جدید مباحث" کے موضوع پر اسلامی نظریاتی کونسل میں مدرسہ ڈسکورسز کے زیر اہتمام ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس میں متعدد اہل علم احباب نے اپنی آراء کا اظہار کیا۔ برادر عمار خان ناصر کی دعوت پر بندے نے بھی اس میں شرکت کی۔ مختلف احباب نے موضوع سے متعلق مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی البتہ ان کی گفتگو سے اخذ ہونے والے چند اہم تاثرات یہاں گوش گزار کرنا چاہتا ہوں:

۔کئی حضرات (مثلا جناب ثاقب اکبر، خورشید ندیم اور ماہان مرزا صاحب) نے اس رائے کا اظہار کیا کہ ماضی کا فہم اسلام نئے دور میں متروک سمجھا جانا چاہئے۔ ثاقب اکبر صاحب نے اس مقدمے کو چند جزوی فقہی مسائل کی مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کی (مثلا خاتون کی گواہی) اور اس بات پر زور دیا کہ نیا اجتہاد کرنا چاہئے۔ اس پر بس اتنا ہی عرض ہے کہ ضرور کیجئے جناب، کس نے روکا ہوا ہے؟ ثاقب اکبر صاحب نے ایسا اجتہاد نہ کرنے والوں کو "عقل دشمنی" سے بچنے کا مشورہ بھی دیا۔

خورشید ندیم صاحب نے اسی بات کے لئے ایک اصولی مقدمہ وضع کرنے کی کوشش کی کہ اسلام کا اصل مطالبہ ایک متقی بندہ مومن سے یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لائے۔ یہ جسے علم کلام کہتے ہیں یہ مذہب کا داخلی مسئلہ نہیں ہے بلکہ خارج سے پیدا ہونے والے مطالبات وچیلنجز کی بنیاد پر مذہبی اذہان کو مطمئن رکھنے کے لئے کھڑا کیا

---

[1] پروفیسر علوم اقتصادیات، نسٹ یونیورسٹی اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔ اگر خارج کے حالات ومطالبات بدل جائیں تو لازم ہے کہ ماضی کی پوری مذہبی علمی روایت (بشمول علم تفسیر) کو بھی ترک کر دیا جائے اور اس کا بوجھ مذہب کے کاندھوں پر لادنا نہیں چاہئے۔ اس پر مختصر تبصرہ بس یہ ہے کہ خورشید صاحب کا فہم کلام ناقص ہے کیونکہ کلامی ایکٹیویٹی کسی بھی فکر کا خارجی نہیں بلکہ داخلی مسئلہ ہوتا ہے۔ ان کی گفتگو کا حاصل یہ بنتا ہے کہ دین کسی چیز کا نام ہے ہی نہیں، یہ صرف خارج کا مرہون منت ہے۔

ماہان مرزا صاحب نے اسی مقدمے کو سائنسی نظریات کی روشنی میں "بصورت سوال" آگے بڑھایا کہ انسان کی ابتداء وحقیقت کے بارے میں ایک کہانی وہ ہے جو مذاہب بتاتے چلے آئے ہیں اور ایک کہانی جدید سائنسی علم بتا رہی ہے جسے "بگ ہسٹری" کا عنوان دیا گیا ہے۔ چنانچہ لازم ہے کہ اہل مذہب اس گرینڈ ہسٹری کے تناظر میں اپنی کہانی کا یا تو ازسرنو جائزہ لیں اور یا پھر ان سوالات کا شافی جواب دیں۔ ماہان صاحب نے بگ ہسٹری کے تناظر میں اہل مذہب کے سامنے تو بڑے با معنی سوالات رکھے لیکن ان کی توجہ کبھی اس طرف نہیں جاتی کہ خود اس بگ ہسٹری کے تناظر میں جدید انسان کے غیر مذہبی اخلاقی تصورات کی حیثیت کیا رہتی ہے؟ کیا بگ ہسٹری سے جنم لینے والے سوالات اہل مذہب کے لیے زیادہ معنی خیز ہیں یا خود اس نظریئے پر ایمان رکھنے والے حضرات کے لیے؟

دوسری تھیم جس کا اظہار متعدد شرکاء (بشمول اکرم ورک اور خالد مسعود صاحب) نے کیا وہ یہ تھی کہ فقہ ودین میں فرق کرنے کی ضروت ہے (بعض لوگ اسے شریعت و دین کا فرق بھی کہتے ہیں)۔ فقہاء نے فقہ کے نام پر جو مسائل اخذ کئے وہ دین کو سمجھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی صرف ایک انسانی کاوش تھی نہ کہ بذات خود دین، دین صرف اس شے کا نام ہے جو خدا نے نازل کیا ہے۔ یہ دوسری بات دراصل پہلی ہی بات کا ایک منطقی تسلسل ہے بلکہ پہلی بات کا منطقی جواز ہے، یعنی نئی آراء قابل قبول بنانے کے لیے لازم ہے کہ پہلے والی آراء چھڑوائی جائیں اور چونکہ لوگ انہیں دین سمجھتے ہیں لہذا یہ کہا جائے کہ وہ دین نہیں ہیں اور اس کے لئے دین وفقہ کی دوئی کا مقدمہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ جو حضرات دین وفقہ کی دوئی کے اس فلسفے کے قائل ہیں ان سے بس دو سوالات ہیں: ایک یہ بتایا جائے کہ ماوراء ہر قسم کی فقہ دین کیا ہے؟ اس کے جواب میں آپ ہمیں جو بتائیں گے کیا وہ انسانی کاوش وفقہ نہیں ہوگی؟ اگر نہیں تو کیوں اور اگر ہوگی تو پھر دین کیا اور کہاں ہے؟ پیچیدہ بحثوں میں پڑے بغیر اگر ان سادہ سوالات پر ہی غور کر لیا جائے تو اس فلسفے کی منطقی حیثیت واضح ہو جاتی ہے (البرہان اگست ۲۰۱۹ء بعنوان 'تجدد کا پائے چوبیں')۔

---

(۲)

مدرسہ ڈسکورسز کو میں نے کبھی براہ راست موضوع بنا کر نہیں لکھا، بس ایک مرتبہ ایک پروگرام میں شرکت کا موقع ملا تو اس کے احوال قلمبند کر دیئے تھے، جناب سمیع اللہ سعدی صاحب نے مدرسہ ڈسکورسز کے تعارف پر اپنے تاثرات کو چار اقساط میں تحریر کیا ہے اور ہمارے خیال میں اس میں بہت سی غلط فہمیاں ہیں، تفصیل میں جانے کا موقع نہیں، مختصر یہ کہ

ان کے مطابق مدرسہ ڈسکورسز چلانے والے حضرات فاضل ومخلص ہیں میرا نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیال کہ مدرسہ ڈسکورسز کے خلاف لکھنے والے کسی بھی لکھاری نے مدرسہ ڈسکورسز چلانے والوں کے خلوص پر شک کیا ہے، سرسید احمد خان نے بھی قرآن وسیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کئے جانے والے اعتراضات کا خلوص کے ساتھ جواب دینے کی کوشش کی تھی اور ہمیں ان کے خلوص اور اسلام کے لئے محبت پر کوئی شک نہیں چنانچہ مدرسہ ڈسکورسز کے ساتھ ملحق افراد کے بارے میں بھی ہم یہی مانتے ہیں کہ یہ سب اپنے اپنے دائرے میں اخلاص کے ساتھ ہی کام کر رہے ہیں

دوسری بات انہوں نے اس ڈسکورس کے اھداف کے متعلق کی ہے کہ اس کا مقصد ایک طرف سائنسی علوم وجدید فلسفے کا تعارف کرانا ہے اور دوسری طرف اسلامی تاریخ میں موجود تعبیر مذہب کے متعدد امکانات سے روشناس کرانا ہے یہ کام کیوں کرنے ہیں؟ اس لئے تا کہ جدید دور میں اسلامی علوم اور مسلم معاشروں کی درست جگہ تلاش کی جا سکے، یہ بات کہ فلاں کورس کا مقصد فلاں چیز کا تعارف کرانا ہے ایک نہایت مبہم بات ہے، کورس کون پڑھا رہا ہے؟ وہ کیا خیالات رکھتا ہے؟ کورس پڑھانے کے لئے کن چیزوں کا انتخاب کیا گیا ہے؟ ان میں سے کوئی بھی چیز غیر اقداری نہیں اور اصل چیز یہی ہے مثلا میں کہوں کہ میں نے اسلامی معاشیات پر ایک کورس بنایا ہے جس کا مقصد اسلامی معاشیات کا تعارف کرانا ہے، اگر اس کورس کو مثلا مفتی تقی عثمانی صاحب پڑھائیں گے تو اس میں "اسلام اور جدید معیشت وتجارت" پڑھائی جارہی ہوگی اور اگر مثلا میں یا ڈاکٹر اسد زمان صاحب پڑھا رہے ہوں تو اس میں عین اسی چیز کا رد پڑھایا جا رہا ہوگا جبکہ مقصد دونوں کا ایک ہی ہے، اسلامی معاشیات کا تعارف اسی طرح سائنس وفلسفہ کون پڑھا رہا ہے؟ اس میں کیا پڑھا رہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور کس تناظر میں؟ یہ اصل چیز ہے ڈاکٹر عبدالوھاب سوری صاحب بھی فلسفہ ہی پڑھاتے ہیں لیکن ان سے فلسفہ پڑھنے کے بعد جو ذہن تیار ہوتا ہے وہ مدرسہ ڈسکورسز کے معلمین سے فیض یاب ہونے والوں میں پیدا نہیں ہوتا تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ" مدرسہ ڈسکورسز کا مقصد علماء کو سائنس و فلسفے سے متعارف کروانا ہے" یہ ایک گول مول بات ہے مدرسہ ڈسکورسز سے متعلق جو لوگ یہ چیزیں پڑھا رہے ہیں (مثلا ادریس آزاد صاحب، عثمان رمزی صاحب وغیرہ) ان کے خیالات سے بھی ہم واقف ہیں اور مولانا عمار خان ناصر صاحب و موسس ڈسکورس کے منہج فکر سے بھی واقف ہیں، چنانچہ ہمارے لئے یہ سمجھنا کچھ خاص مشکل نہیں کہ فلسفے و سائنس کے نام پر جو پڑھایا جا رہا ہے وہ کیا اور کیوں ہے؟ اس کا اندازہ مجھے ان کے ایک پروگرام میں شرکت کر کے بھی ہو گیا ہے۔

تیسری بات انہوں نے فنڈنگ کے مقاصد کے حوالے سے کہی ہے جو درحقیقت عمار خان ناصر صاحب کی ایک وضاحت پر مبنی ہے، عمار صاحب نے اسے بڑے اکیڈمک انداز میں رکھا ہے کہ اس قسم کے پراجیکٹس کی فنڈنگ بڑے بڑے اداروں کے پروفیسرز کے حق میں ہونا عام روٹین کی چیز ہے، یہ وہ بات ہے جو شاید کسی مدرسے والے کو اپیل کر سکتی ہے جس کا براہ راست واسطہ ڈونر ایجنسیوں سے نہیں پڑا، مجھ سے وہ لوگ جو جامعات سے متعلق ہیں اور مختلف ڈونرز کے ریسرچ فنڈ سے رقم حاصل کرنے کے لئے ریسرچ پروپوزلز لکھتے ہیں، کم از کم ان کے لئے اس میں متاثر کن شے کچھ نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سید خالد جامعی

مدرسہ ڈسکورس - ایک تجزیہ

ملخص

- زاہد الراشدی صاحب، ڈاکٹر شکیب قاسمی صاحب اور ڈاکٹر وارث مظہری صاحب مدرسہ ڈسکورس کے بارے میں مغالطوں کا شکار ہیں
- زاہد الراشدی صاحب نے تو یہ لکھ دیا کہ دینی مدارس سے نکلنے والے اسی فی صد علماء اسلامی نظام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ یہ نقطہ نظر دینی مدارس کی توہین اور تضحیک ہے۔ اگر علماء دینی مدارس سے کئی سال پڑھ کر بھی اسلامی نظام سے ناواقف ہیں تو سوال یہ ہے کہ وہ مدرسہ ڈسکورس میں جا کر اسلام کیسے سیکھ لیں گے؟
- متجدد عمار ناصر اور ڈاکٹر موسی کا مدرسہ ڈسکورس اسلامی علمیت کو مشکوک بنانے کا ڈسکورس ہے یہ ڈسکورس مغرب کی Critical Thinking سے متعلق ہے
- مدرسہ ڈسکورس اسلامی، اصلاحی نہیں استعماری، مغربی، جاہلی اور رقصِ بتانِ آذری ہے اور کچھ نہیں
- مدرسہ ڈسکورس بزمِ نشاط کا فری ہے جسے پھونک دیا جائے۔

مدرسہ ڈسکورس کیا ہے؟

مدرسہ ڈسکورس کی بحث کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت اور حمایت میں جو مضامین لکھے جا رہے ہیں ان مضامین میں بحث کے اصل محور، مرکز کو ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظروں سے اوجھل کر دیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر جو بات اس بحث کے شرکاء سمجھنے سے قاصر ہیں وہ یہ ہے کہ مدرسہ ڈسکورس ایک عام بحث کو ایک خاص بحث میں کیوں تبدیل کر رہا ہے۔

اس کے مخالف مفکرین اسے مغرب کی اسلامائزیشن کے تناظر میں دیکھ رہے ہیں جو اس کی حمایت کر رہے ہیں ان کے نزدیک مدارس کے منہج علمی میں یہ حریت فکر، آزادانہ ڈائیلاگ، بحث ومباحثے کا ایک دائرہ پیدا کر سکتا ہے جو دینی مکاتب فکر کے یہاں مفقود ہے۔

ہماری نظر میں مدرسہ ڈسکورس کی تمام حرکیات (Dynamics) خالصتاً استعماری ہیں۔ ہم اس وقت تفصیلات میں جائے بغیر ایک عمومی گفتگو کر رہے ہیں اس ڈسکورس کے بنیادی طور پر استعماری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ ڈسکورس مدارس کو صرف یہ سمجھانے کا نام ہے کہ مدرسہ کی اصلاح اندرونی طور پر مدرسہ کے منہاج علمی میں ممکن ہی نہیں بلکہ مغربی منہاج علمی یعنی یونیورسٹی میں ہوگی۔ آسان الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ مدارس کی اصلاح مدارس کے اندر ممکن نہیں اس کے لئے خارجی قوت، خارجی ادارے اور خارجی دائرے کی ضرورت ہے جو یونیورسٹی ہے۔ مدارس داخلی طور پر ناقابل اصلاح ہو چکے ہیں۔ مدرسہ ڈسکورس کا بنیادی مقدمہ، مفروضہ، عقیدہ یہی ہے۔

اس سے پہلے کئی مضامین میں ہم یہ بات کہہ چکے ہیں کہ استعماری جدیدیت کے مطالبات ہمیشہ 'کچھ اور' (Do More) کے تناظر میں چلتے ہیں یعنی ھل من مزید۔ دوسرے لفظوں میں جب تک مغلوب علمیت مکمل طور پر استعماری جدیدیت کے اندر تحلیل ہو کر بے دست و پا نہیں ہو جاتی تب تک ھل من مزید کا مطالبہ جاری و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساری رہتا ہے۔ پچھلے تیس سالوں میں مدارس کو کبھی یہ بتایا گیا کہ مدارس ملک کا سب سے بڑا NGO'sکا دائرہ ہیں؟ کبھی بتایا گیا کہ مدارس اگر جدید ہو جائیں، جدید علوم سے روشناس ہو جائیں تو مدارس اور ملک دونوں کا مستقبل روشن ہے؟ کبھی مدارس کو ازہر بننے کی دعوت دی گئی جواباً کچھ بڑے مدارس نے اپنے نصاب تعلیم کا اظہار (Expression) بھی یونیورسٹی کے انداز میں کرنا شروع کیا۔ MBA، سوئمنگ پول، کیریئر پلاننگ، ٹائم مینجمنٹ اور جدید اجتہادی فیصلے بھی صادر کئے گئے مگر یہی استعماریت آج بھی مدارس کی اصلاح کے لئے مدارس کو اپنے مدرسوں سے باہر آنے کا کہہ رہی ہے۔

ان سب سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر مدارس کی اصلاح کا عمل باہر کے ادارے، یونیورسٹی، میں جا کر ہی ممکن ہے تو ڈاکٹر شکیب قاسمی صاحب، اشتیاق قاسمی صاحب، عمار ناصر صاحب، زاہد الراشدی صاحب، وارث مظہری صاحب اپنے خاص فضلاء کو مدارس سے نکال کر مغربی جامعات میں تعلیم کے لئے کیوں نہیں بھیج دیتے؟ کئی مغربی یونیورسٹیوں میں فقہ اسلامی کی فیکلٹی موجود ہیں۔ وہ اپنے طلباء کو میکگل، کولمبیا، ہارورڈ، کیمبرج PhD کے لئے بھیج دیں۔ واپسی پر یہی زعماء آ کر مدارس کے علماء سے مکالمہ کر لیں یہ سیدھا سادہ حل کیوں نہیں اپنایا جا رہا؟ اس طرز عمل سے مدرسہ ڈسکورس کے اصل مقاصد واضح ہو جاتے ہیں۔

یہ ڈسکورس ڈائیلاگ کے منہج میں نہیں ہو رہا بلکہ مونولاگ کے تناظر میں چل رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ڈسکورس کی تعریف کیا ہے؟ ڈسکورس کسی علمیت کی روایات، رویوں اقدار (Historical Norms) اور مسلمہ مروجہ افعال (Established

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Practices) کے آمیختے کو جو اپنی تاریخی عمل سے نکلتی ہیں ان کو ڈسکورس کہا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ مدارس کی تسلیم شدہ اقدار، اسلامی اخلاقی علمی روحانی ایمانی روایات، افعال، اعمال اور یونیورسٹیوں کی تسلیم شدہ اقدار، روایات کے دائرے ایک ہی ہیں؟ کیا مدارس کا کام محض عالم سازی ہوتا ہے یا کردار سازی بھی ہوتا ہے؟ جب دونوں اداروں، مناہج میں اس قدر تفاوت موجود ہے تو اس پورے عمل کا نام مدرسہ ڈسکورس کیسے رکھا جاسکتا ہے؟ کیا سیکولر یونیورسٹیوں میں 'اسلامک اسٹڈیز' کی طرح مدرسہ اسٹڈیز کا شعبہ نہیں بنایا جاسکتا جس میں درس نظامی کی تمام کتابیں اسی طریقے، روایت، رویے، اسلوب، اقدار، مزاج اور انداز میں پڑھائی جائیں طالب علم اور استاد وضو کر کے آئیں اور تعلیم و تعلم کا رشتہ قائم کریں۔ ظاہر ہے ایسا ممکن نہیں۔ مدرسہ میں علم کا مقصد فرد کو آخرت کے لیے تیار کرنا ہے، یونیورسٹی کا مقصد فرد کو صرف دنیا کے لیے تیار کرنا ہے

بنیادی طور پر مدرسہ ڈسکورس کے نام سے شروع کی گئی کاوش ایک غالب، جدید ڈسکورس کے ذریعے روایتی ڈسکورس کے خاتمے کی دانستہ علمی اور عملی کوشش ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک یہاں ڈسکورس کی اصطلاح دھوکہ ہے کیوں کہ مدرسہ کا نظامِ تعلیم اور منہاجِ علمی تو پاکستان کے کئی مدارس میں خود کم زور ہو رہا ہے بلکہ کچھ مدارس میں تو ختم ہو رہا ہے تو وہی ڈسکورس جو اپنی جائے مولود میں خطرے میں ہے، اس کا احیاء سیکولر، لبرل، مذہب دشمن یونیورسٹی ڈسکورس کے ذریعے کیسے ممکن ہے؟

ہمارے خیال میں اس پروجیکٹ کا نام مدرسہ ڈسکورس کی بجائے Objectification of Madarsa Discourse ہونا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی دینی مدارس کا منہج اور ڈسکورس مغربی علمیت کے مرکز یعنی یونیورسٹی کے سامنے ایک Object ہے جسے آلودہ (Toxic) کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کی خالصیت (Purity) باقی نہ رہے۔ یہی استعمای جدیدیت کا بنیادی مقصد، ہدف اور منزل ہے کہ یہ اپنے استعماری ڈسکورس کے سوا ہر دوسرے ڈسکورس کو ایک Object کے طور پر برتتا ہے۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ پندرہ سو سال سے مدرسہ کا ڈسکورس جو دینی مدارس میں تعلیم، تعلم، تربیت، تزکیہ، روحانیت اور کردار سازی کے دائرے میں موثر طریقے سے کام کر رہا ہے، اگر اس ڈسکورس میں کچھ خامیاں پیدا ہو گئی ہیں تو اس کا حل اس ڈسکورس کی اندرونی حرکیات خود طے کرے گی یا کوئی خارجی ڈسکورس اس کی اصلاح کرے گا؟ سوال یہ ہے کہ مدرسہ ڈسکورس کیا صرف درس نظامی کے اسباق، کتابوں، دروس کا نام ہے یا مدرسہ کسی ماحول، تاریخ، علمیت، روحانیت، اقدار اور روایات کا بھی نام ہے؟ ایک ڈسکورس کو اس کی تاریخ، ماحول، روایت، تناظر، علمیت سے کاٹ کر اگر کسی یونیورسٹی کے ڈسکورس میں پڑھایا جا رہا ہے تو مدرسے کا ڈسکورس کہاں رہا؟ وہ تو سیکولر لبرل یونیورسٹی کا ڈسکورس بن گیا۔ اگر ہمارے بعض متجد دعلماء کو یونیورسٹی ڈسکورس بہت پسند ہے تو وہ مغربی یونیورسٹیوں کی فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز میں چلے جاتے۔

ہمارا منہج تنقید

یہاں ہم یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہماری بنیادی تنقید مدرسہ ڈسکورس پر نہیں بلکہ مدرسہ ڈسکورس کے حامیوں کے تضاد پر ہے۔ اگر انہیں مدرسے کا ماحول، طریقۂ تعلیم، روحانیت یعنی اسلامی نظام علمی ہی پسند نہیں تو وہ کھل کر اس پر تنقید کریں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رائے کا اظہار کریں اور غامدی صاحب کی طرح لوگوں کو تلقین کریں کہ بچے کو پہلے بارہویں جماعت تک اسکول کالج کی Broad based education دی جائے، اس کے بعد کسی بھی یونیورسٹی سے اسلامک اسٹیڈیز، اسلامک فقہ میں Phd کی سند حاصل کرنے کا راستہ دکھایا جائے۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا مدرسہ میں کوئی شخص صرف عالم بننے جاتا ہے؟ کیا وہاں استاد و شاگرد کا وہی تعلق ورشتہ ہوتا ہے جو ایک یونیورسٹی کے استاد اور طالب علم کا ہوتا ہے؟ ہماری نظر میں مدرسہ ڈسکورس کا یہ پروجیکٹ مغرب کی تمام یونیورسٹیوں میں آہستہ آہستہ پھیلے گا کیوں کہ سو سالہ جدیدیت نے یونیورسٹیز سے بڑے بڑے اسلامی اسکالر تو پیدا کئے جن کا حدیث، فقہ اور تاریخ اسلام پر بہت کام ہے لیکن اس کے باوجود ان تمام اسکالرز کو وہ عوامی پزیرائی نہیں مل سکی جو مدرسہ سے درس نظامی پڑھ کر نکلنے والے عالم کو ملتی ہے۔ یعنی جدید تعلیم نے اپنے منہج میں اسلامک اسٹیڈیز کے نام سے ایک گوشہ، شعبہ، کلیہ تو قائم کر دیا لیکن وہ بھی افغانستان سے لے کر بنگلہ دیش تک مدارس کے ڈسکورس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ وجہ یہ تھی کہ یہاں مقابلہ فقط علم کا نہیں تھا بلکہ یہاں مقابلہ دو مختلف متضاد، متصادم ڈسکورسز سے نکلنے والے کرداروں کا تھا۔ ہمارے خیال میں استعماری جدیدیت کا مدرسہ ڈسکورس کے نام سے یونیورسٹی سطح پر قیام اپنی سو سالہ حکمت عملی کی شکست فاش کو قبول کرنا ہے۔ آسان لفظوں میں یوں سمجھیے کہ استعماری جدیدیت اس نتیجے تک پہنچ چکی ہے کہ مدارس کی علمیت کا خاتمہ یا ان کا نعم البدل اسلامک اسٹیڈیز کی فیکلٹی سے نکلنے والے فضلاء سے ممکن نہیں لہٰذا Compartmentalization of Knowledge کے فلسفے کے تحت یونیوسٹیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی سطح پر مدرسہ سسٹم کے لیے ایک جگہ، علاقہ تخلیق کرنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس علمی تحقیق علاقے اور دائرے کی حدود و قیود، طریقہ کار، طریقہ تعلیم کیا مدارس اور علماء طے کریں گے یا استعماری جدیدیت طے کرے گی؟ صرف اس ایک سوال پر غور کرنے سے حقیقت خود آشکار ہو جائے گی.... ہمارے نیک علماء تو سمجھ گئے ہوں گے۔

دینی مدارس کی کمزوریوں کے باوجود اس امت کی امامت آج بھی علماء کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یونیورسٹی کے اسلامک اسٹڈیز فیکلٹی سے نکلنے والا کوئی شخص اسی وقت عوام میں اپنا کوئی مقام بنا سکتا ہے جب اپنی شکل وصورت لباس عادات اطوار اقدار میں مدرسے کے فضلاء کی ہو بہو تصویر بن جائے۔ کم از کم برصغیر عظیم پاک و ہند کی سطح تک ہم یہ بات پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں۔

مدرسہ ڈسکورس کسی یونیورسٹی میں پڑھائے جانے والے کورسز کا نام ہے یا کسی سیمنار یا مناظرے کا نام ہے تو مولانا شکیب قاسمی جو مغرب کو جانتے ہیں وہاں چلے جائیں اور مغرب کے اعتراضات، سوالات، شبہات کے جوابات دے کر آجائیں۔ اس کے لئے نیدرلینڈ میں کفار کی مدد سے مدرسہ ڈسکورس کی فیکلٹی کے قیام کی کیا ضرورت ہے۔ کسی یونیورسٹی میں اس قسم کے شعبہ کلیے کے قیام کا مقصد دینی اذہان کا منہج بدلنا اور انھیں اپنی روایات سے دور کرنا ہے یا محض اس کا مقصد مکالمہ و مناظرہ ہے جناب قاسمی صاحب اس کی وضاحت فرمائیں۔

ہماری رائے میں مدرسہ ڈسکورس اسی استعماری فکر کی تشکیل کا نام ہے جو اپنے آپ کو عاقل (Rational) اور دوسروں کو غیر عاقل سمجھتی ہے۔ استعمار کے نزدیک یہ ڈسکورس بنیادی طور پر ایک Irrational Structure کو ریشنل اسٹرکچر یعنی مغربی علمیت کے منہاج میں جگہ فراہم کرنا ہے یعنی مدرسہ ابھی تک جدیدیت کی جدلیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ضم نہیں ہو سکا اور اس نے اپنا تشخص ابھی تک برقرار رکھا ہے۔ ہماری نظر میں یہ ایک ڈسکورس کو مکمل طور پر ختم کرنے کی نہایت ہی ذہین لیکن نہایت مضحکہ خیز کوشش ہے۔ باقی رہے مدرسہ ڈسکورس کے مباحث جو جدیدیت اور اسلام سے متعلق ہیں اس پر راقم بہت کچھ لکھ چکا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ دنوں میں اس پر ہم مزید اظہار خیال کریں گے۔

ایک بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ کسی بھی نظام کو صحیح طور پر اگر سمجھنا ہے تو اس نظام کے Subjects کی بجائے اس کے Object پر توجہ دینا چاہیے جہاں سے وہ Subject تخلیق ہو رہا ہے مثلاً اگر مدرسہ نصرۃ العلوم سے عمار ناصر صاحب جیسے متجدد پیدا ہو رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ مدرسہ اور دیگر دینی مدارس آج کل صرف عمار ناصر صاحب جیسے لوگ ہی پیدا کر رہے ہیں یہ طریقہ کار Reductionism ہے۔

عمار ناصر صاحب کا مدارس کے نظام سے نکلنا ایک شخصی، اتفاقی، حادثاتی عمل ہے۔ ناصر صاحب مدارس کی فکر کے عکاس نہیں بلکہ اپنی شخصی گمراہی کے عکاس و علم بردار ہیں۔ اسی طرح کسی شخص کا علم، تصوف، طریقت، تزکیہ نفس کے بعد نیک بن جانا کوئی حادثاتی عمل نہیں بلکہ اس دائرہ روحانیت کا ثمر ہے جس میں وہ موجود ہے۔

اگر آج ہمیں کوئی پیر دنیادار حریص و حاسد نظر آئے تو ہم میں سے ہر شخص اس کے تضادات نفسی کی نشان دہی کرے گا۔ تضادات کی نشان دہی اس بات کی دلیل ہے کہ پیر اپنی اصلیت سے انحراف کر رہا ہے اور مخلص نہیں۔ اسی طرح ہم نے اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھا ہے کہ اگر کوئی مغربی جامعات سے تعلیم حاصل کر کے نکلے مگر اس کے باوجود اس کی وضع قطع مذہبی ہی ہو تو ہر شخص حیران ہوتا ہے کیوں کہ یہ شخص جس اسٹرکچر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے نکل رہا ہے وہ شخص اس اسٹرکچر کی ضرورت، تقاضا، مطالبہ نہیں ہے۔ اس پورے خاکے کو اگر ذہن میں رکھیے تو گزشتہ تیس سال سے برعظیم پاک وہند کی جدیدیت کے نتیجے میں مدرسوں سے جو بھی تجدد اتفاقاً پیدا ہوا وہ Subjective تجدد تھا Objective تجدد نہیں تھا یعنی وہ متجددین جو اتفاقاً مدرسے سے نکلے انہوں نے یا تو مدرسوں کو خود چھوڑ دیا یا مدرسوں نے خود ان کو اپنے دائرے سے باہر نکال دیا اس کی مثال جناب عمار خان ناصر، حسن الیاس وغیرہ وغیرہ ہیں۔

عمار ناصر، حسن الیاس صاحبان جیسے لوگ مدرسہ کی علمیت، روحانیت کا مطالبہ نہیں تھے ہمارے خیال میں مدرسہ ڈسکورس مدرسے کے پورے ڈسکورس کو بدل کر اسے استعماری جدیدیت کے تابع بنانے کا عمل ہے۔ اس تبدیلی کے نتیجے میں عمار ناصر صاحب جیسے لوگوں کا پیدا ہونا ایک شخصی عمل نہیں رہے گا بلکہ ایک ادارتی عمل اور نظاماتی تبدیلی ہوگی۔ اس تبدیلی کے لئے ہی اس استعماری، مغربی، فکری، جاہلی منصوبے کا نام مدرسہ ڈسکورس رکھا گیا ہے تاکہ شکیب قاسمی جیسے سادہ لوح علماء کو دھوکہ دے کر اپنا حلیف وہم خیال بنالیا جائے۔

مدرسہ ڈسکورس کی حقیقت

کہا جاتا ہے کہ مدرسہ ڈسکورس جناب عمار ناصر، ڈاکٹر ابراہیم موسیٰ جیسے چند جدیدیت پسندوں کی اختراع ہے۔ اصل حقیقت کچھ اور ہے یہ استعماری منصوبہ ہے اور یہ دونوں حضرات اس کے گماشتے ہیں۔ مگر ان حضرات کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دو مختلف دائروں، مختلف مناہج علمی میں مکالمہ ممکن ہی نہیں ہے۔ مدرسہ اور یونیورسٹی روایتی دینی منہاج علمی اور یونیورسٹی کا منہاج علمی بالکل مختلف ہے۔ دونوں دائروں، اداروں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مابعد الطبیعیات، ایمانیات، اعتقادات، روایات، اقدار، مقاصد اہداف ہی مختلف ہیں تو ان متضاد متصادم مناہج علمی کو کیسے مخلوط کیا جاسکتا ہے؟ مکالمے مباحثے کی شرط اول ہے، اصول، عقیدہ اور عقیدے میں اشتراک۔ جس طرح رسالت مآب ﷺ نے اہل کتاب سے فرمایا کہ ''آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے'' یعنی توحید لیکن اہل کتاب مکالمے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔

مباہلے کی شرط بھی قدر مشترک اور مشترک عقیدہ ہے یعنی دونوں فریقین اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق و مالک تسلیم کریں اور مباہلے میں اللہ واحد باطل والے کو تباہ برباد کردے گا اور الحق والے کو باقی رکھے گا۔

مشرک، ملحد، مرتد تو کبھی مباہلے کی دعوت قبول ہی نہیں کرے گا اس کا عقیدہ مختلف ہے۔

مدرسہ ڈسکورس کا طریقہ کار فلسفے کی اصطلاح میں اصطفائیت (Eclecticism) کا شاہ کار ہے یعنی مختلف فلسفیانہ مناہج یا دینیاتی مسائل کو مرکب کرنے کا اصول عمل یا رجحان جو ایسے مفکرین کے یہاں پایا جاتا ہے جن میں ذہنی اپج کی کمی ہو سائنس کے مختلف اور متضاد مناہج میں تلاش وحدت کا عمل یا سائنس اور کسی دوسرے متضاد، مخالف منہج علمی کا آمیختہ (Incommesurability of Idea) کہلاتا ہے۔ فلسفہ سائنس کے بہت بڑے فلسفی تھامس کوہن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ سائنس کے ایک منہج سے دوسرے منہج میں شمولیت، شرکت، تبدیلی ایسا ہی عمل ہے جیسے کوئی شخص ایک مذہب ترک کرکے دوسرے مذہب کو اختیار کرے۔

The Change of allegiance on the part of individual

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

scientists from one paradigm to an incompatible is religious※※ or a""gestalt switchlikended by Kuhn to a no purely logical argument.There will beconversion of one paradigm overthat demonstrates the superiority another and that thereby compels a rational scientist to .make th e change

A.F.Chalmers,What is thing called Science p.96

عمار ناصر صاحب مدرسہ ڈسکورس کے ذریعے یہی غیر علمی رویہ، اصطفائیت اختیار کر چکے ہیں۔ مدرسہ ڈسکورس کی وکالت میں ان کے والد مولانا زاہد الراشدی صاحب نے اپنے کالم میں فرمایا ''مدرسے کے ۸۰ اسّی فی صد علماء اسلامی نظام سے ناواقف ہیں اور جدید افکار کے تقابل کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ وہ یورپ کے لادینی فلسفے کو فکری محاذ پر شکست دیں مگر مدارس توجہ نہیں دے رہے، نہ اس کام کے لئے تیار ہیں۔ میں ۲۵ سال سے یہی کہہ رہا ہوں۔''

علماء کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اسلام نہیں جانتے علماء اور مدارس کی توہین ہے۔ یہ جملہ مدارس دینیہ کی توہین وتضحیک ہے۔ اگر مدرسے جیسے مقدس مقام سے نکلنے والے ۸۰ فی صد علماء جاہل ہیں تو ان کو سیکولر، مغربی، کافرانہ مدرسہ ڈسکورس کیا سکھائے گا؟ مولانا شکیب قاسمی بتائیں کہ جب اسی فی صد علماء اسلام ہی نہیں جانتے تو وہ مدسہ ڈسکورس میں جا کر کیسے مکالمہ کریں گے؟ اور اسلام کا مقدمہ کیسے پیش کریں گے؟ ماڈرن ازم کی حمایت میں راشدی صاحب نے مدارس کو ہی بے توقیر کر دیا۔ ہمارا سوال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ کیا اس مقصد کے لئے ۲۵ سال میں زاہد الراشدی صاحب نے صرف عمار ناصر کو ہی تیار کیا ہے؟ مگر وہ تو مجتہد بن گئے اور عصر حاضر کے مجتہد اعظم غامدی صاحب کے خلیفہ بھی بن گئے۔ آپ اپنے بیٹے کو مغرب سے مقابلے کے لئے تیار نہ کر سکے تو مدارس سے شکوہ بے جا ہے۔

خود زاہد الراشدی صاحب نے مغرب کی مخالفت میں جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت کمزور اور بچگانہ ہے مثلاً ''اسلام اور جمہوریت'' کے نام سے ان کی کتاب اسلام آباد کے عامر رانا کے ادارے PIPS نے شائع کی جسے عمار ناصر نے مرتب کیا۔ کتاب پڑھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ دونوں فاضل حضرات نہ فلسفۂ جمہوریت سے واقف ہیں نہ فلسفۂ سیاست سے۔ دونوں نے جمہوریت کی تاریخ بھی نہیں پڑھی نہ مغرب کے ان بڑے فلسفیوں کا مطالعہ کیا جو جمہوریت کی حمایت اور تردید میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ یہ کتاب ایک غیر علمی کتاب ہے۔

اسی طرح منشور انسانی حقوق پر زاہد الراشدی صاحب کا مرتبہ کتابچہ بھی مغرب کے فلسفے، اعتقادات اور مابعد الطبیعیات سے ان کی کامل لاعلمی کا ثبوت ہے۔ موصوف نے فیڈرلسٹ پیپرز کا مطالعہ بھی نہیں کیا جو اس منشور کی اصل اساس ہے۔ منشور انسانی حقوق میں جس انسان کا ذکر ہے وہ کون ہے؟ جس کائنات، جس نفس کا ذکر ہے وہ کن فلسفیوں سے اخذ شدہ ہے؟ زاہد صاحب اس سے واقف ہی نہیں۔ موصوف نے خطبہ حجۃ الوداع سے منشور انسانی حقوق کا تقابل بھی کر دیا جب کہ خطبہ حجۃ الوداع کی مخاطب امت مسلمہ ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ اسلامی علمیت میں انسان کو بلند مرتبہ صرف تقویٰ کی بنیاد پر ملے گا۔ وہاں وہ شخص مخاطب ہے جو توحید، رسالت، آخرت پر ایمان لائے منشور انسانی حقوق میں ایسے انسان کو انسان ہی تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ حیرت ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اکیسویں صدی میں بھی راشدی صاحب ان مباحث سے لاعلم ہیں۔ بھارت کے ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب بھی مدرسہ ڈسکورس کی حقیقت، ماہیت سے واقف نہیں۔ حضرت والا کی سادہ لوحی کا اندازہ ان کے مندرجہ ذیل جملوں سے لگائیے۔

''ڈسکورس اوپن ڈائیلاگ ہے۔ یونیورسٹیوں میں بھی ہم آخر پڑھتے ہیں وہاں کون سے مشائخ ہیں؟'' حضرت والا مدرسہ ڈسکورس کو ڈائیلاگ سمجھ رہے ہیں جب کہ یہ استعماری مونولوگ ہے۔ یونیورسٹیوں میں علماء دین سیکھنے نہیں جاتے، مجبوراً جاتے ہیں، Ph D کے لئے تاکہ اچھی روٹی کما سکیں۔ اس کے سوا یونیورسٹیوں کی تعلیم کا کوئی مقصد نہیں۔ یونیورسٹیوں کے ایم اے اسلامیات کے اساتذہ وطلباء کا معیار اچھے مدارس کے طلباء سے بہت نیچے ہوتا ہے۔ وہاں برائے نام تعلیم ہوتی ہے۔ اگر کوئی عالم یہ سمجھتا ہے کہ یونیورسٹیوں کے دوسالہ ایم اے اسلامیات کے کورس دین سکھاتے ہیں تو یہ اس کی بہت بڑی غلطی ہے ہم عالم اسلام کی ایک بڑی یونیورسٹی کے Ph D شعبہ کے کئی سال نگراں رہے۔ وہاں اسلامیات میں Ph D کے لیے جو مقالات آتے تھے انھیں دیکھ کر ہنسی آتی تھی۔ شکیب قاسمی صاحب نے معلوم نہیں کن معلومات کی بنیاد پر یہ اندازہ لگایا کہ مدرسہ ڈسکورس میں علماء شریک ہوکر مغرب اور جدید نسل کو اسلام کی دعوت پہنچائیں گے۔ وہ دعوت کا نہیں استعماری تعلیم کا میدان ہے۔ ایک مغربی یونیورسٹی جدیدیت، ماڈرن ازم کی علمیت، عقلیت کے تناظر میں علماء کو دین کی جدید تعبیر وتشریح وتوضیح کے طریقے سکھا رہی ہے کیا اسلامی تاریخ میں علماء دین سیکھنے دارالحرب کی یونیورسٹیوں میں داخلہ لیتے تھے؟ یہ تصور ہی مضحکہ خیز ہے۔ حضرت والا نے مدرسہ ڈسکورس سے متاثر ہوکر جو کچھ لکھا ہے وہ حیران کن ہے فرماتے ہیں ''نتیجہ پہلے سے متعین ہو تو یہ تحقیق نہیں تحریف ہے'' سوال یہ ہے کہ قرآن نے آیات کائنات،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشاہدہ کائنات کا نتیجہ پہلے سے متعین کر دیا ہے یا نہیں؟ قرآن کہتا ہے کہ آیات وآثار کائنات کے مشاہدے کے نتیجے میں تمہیں توحید، آخرت اور رسالت کا علم ہونا چاہیے کیا پہلے سے نتیجہ متعین کرنا تحقیق ہے یا تحریف ہے کیا اسلام الدین الحق نہیں ہے کیا اس کی تحقیق ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے یا صرف ایمان ہی کافی ہے؟ فرماتے ہیں ''کیا ہمارا علم اتنا کمزور ہے؟ جدید ہن کا مقابلہ کیا جائے۔ ہمارے مدارس میں تحقیقی ذوق کا فقدان ہے، مدلل بات کریں تو ایک طبقہ قائل ہو جائے گا۔ ہمارے علماء مدرسہ ڈسکورس میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچائیں، صحیح اور معتدل پیغام''۔

حضرتِ والا کو علم ہی نہیں کہ مدرسہ ڈسکورس دین اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے نہیں علماء کے اسلام کو ٹھکانے لگانے کے لئے ہے۔ وہاں یک طرفہ طور پر یک رخ علم کا دھارا بہہ رہا ہے۔ وہ آپ کو اسلام جدیدیت اور جدید عقلیت اور جدید علوم عقلیہ کے تناظر میں پڑھا رہے ہیں۔ وہ آپ کو آپ کے منہج سے کاٹ کر ماڈرن ازم کے منہج میں لے جا کر اسلام کو جدید ثابت کر رہے ہیں۔ حیرت ہے کہ مولانا کو مدرسہ ڈسکورس کی حقیقت کا علم ہی نہیں۔ وہ اسی طرح کی خوش گمانیوں میں مبتلا ہیں جس طرح فیس بک یا میڈیا پر جانے والے علماء مبتلا ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا پیغام پوری دنیا نے سن لیا وہ پوری دنیا کو بدل رہے ہیں لیکن حال یہ ہے کہ فیس بک، میڈیا، ٹوئیٹر خود ان علماء کو بدل دیتا ہے۔ اس کی تفصیلات اگر درکار ہوں تو ہم سے رابطہ کیجیے، تمام مثالیں پیش کر دی جائیں گی۔

مولانا نے یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ پلورلزم (Pluralism) اور مذہبی ہم آہنگی کی ہر جگہ دعوت دی جاتی ہے، اس میں کیا غلط ہے؟ حضرت والا یہ نہیں جانتے کہ Pluralism کیا ہے؟ کاش وہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے جہاں دیگر مذاہب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اپنی عدالتیں تک قائم کرنے کی آزادی تھی۔ خلافت عثمانیہ میں غیر مسلموں کے اپنے آزاد علاقے تھے، جہاں ان کی شریعت ان کی عدالتوں کے ذریعے نافذ ہوتی تھی۔ ایک کتاب پڑھ لیجئے A. Wimmer:Waves of the War

بھارت میں جب تک مغلیہ سلطنت رہی کبھی ہندو مسلم فساد نہیں ہوا۔ ۹۶ فی صد اکثریت مغلیہ سلطنت میں غیر مسلم تھی۔ ہندو سکھوں کے مقدس مذہبی مقامات مسلم اکثریت کے علاقوں میں تھے مگر کبھی ذمیوں پر کوئی ظلم نہیں ہوا۔ ہندوستان میں پہلا ہندو مسلم فساد انگریزوں کے دور میں ہندوستان کو قومی ریاست بنانے کے بعد ہوا۔ آزادی اور جمہوری سیاست کے بعد ہی پاکستان اور ہندوستان میں مسلسل مذہبی، نسلی، علاقائی، لسانی مذہبی فسادات ہو رہے ہیں۔ قومی ریاست اور جمہوری سیاست سے پہلے مکمل امن تھا۔

مذہبی گروہوں کے ساتھ عالم اسلام کا کیا رویہ تھا؟ وہ مولانا کو معلوم نہیں۔ عالم اسلام میں مذہبی گروہ اس لئے محفوظ تھے کہ وہ معاہد تھے یا ذمی، ان کا ذمہ امارت وسلطنت کی بھی ذمہ داری تھی اور عوام کی بھی۔ رسالت مآب ﷺ نے وصال مبارک سے پہلے ذمیوں کا خیال رکھنے کی خاص ہدایت فرمائی۔ عالم اسلام میں ذمی، معاہد، مشرک، کافر، اہل کتاب اور معاہد ہوتے تھے، اقلیتیں نہیں۔ اقلیتیں قومی ریاست میں ہوتی ہیں۔ یہ اسلامی اصطلاح ہے ہی نہیں سیکولر اصطلاح ہے جس نے عالم اسلام میں کئی مسائل پیدا کر دیے ہیں مثلاً پاکستان میں قادیانی مسئلہ۔

کیا اسلام اور مغرب میں ڈائیلاگ ممکن ہے؟

ڈاکٹر شکیب قاسمی جدید مغرب، لبرل ازم اور منشور انسانی حقوق کی اصلیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے واقف نہیں۔لبرل ازم، امریکہ کسی ڈائیلاگ کے قائل نہیں ہیں۔حیرت ہے کہ عمار ناصر اور شکیب قاسمی مغرب سے ڈائیلاگ کے التباس میں مبتلا ہیں۔ رچرڈ رارٹی امریکی فلسفی نے ڈائیلاگ کے بارے میں کیا کہا وہ پڑھ لیجیے:

There was no dialogue between the philosophers and the Vatican in the eighteenth century, and there is not going to be one between the mullahs of the Islamic world and the democratic West. The Vatican in the eighteenth century had its own best interests in mind, and the mullahs have theirs. They no more want to be displaced from their positions of power than the Catholic hierarchy did (or does). With luck, the educated middle class of the Islamic countries will bring about an Islamic Enlightenment, but this enlightenment will not have anything much to do with a "dialoguewith Islam."[A dialogue between American State philosopher Richard Rorty and Gianni Vatimo from page 72 to 75 Columbia University Press, New York.

مکالمے کی شرط اول ہے مشترکہ عقائد۔لیکن اسلام ومغرب کے عقیدے بالکل مختلف ہیں لہٰذا مغرب اپنے عقیدے، آزادی پر مکالمہ نہیں کرسکتا۔ یہ بات اسلامی مفکرین بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔

جدید دنیا کے جدید عقیدوں نے انسان کو جس تباہی تک پہنچا دیا ہے اس کے تصور سے گھبرا کر اس صدی کے سب سے بڑے فلسفی گلز دلیوز نے جسے [Philosopher of Desire] کہا جاتا ہے ہسپتال کی کھڑکی سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی تھی۔ وہ اپنی کتابوں میں سرمایہ دارانہ نظام کو شیزوفرینک سسٹم لکھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی کتابوں میں وہ جدید نظام زندگی کو ننگی گالیاں دیتا ہے۔اس کے باوجود اسی نظام کی اصلاح کا آرزومند ہے، اسے مسترد کرنا پسند نہیں کرتا۔ وہ سرمایہ داری کا ناقد بھی ہے اور نقیب بھی۔ وہ کسی نظام کی ابدیت کا قائل نہیں مگر سرمایہ داری سے ماوراء ہونے کے لیے تیار نہیں۔ اسے ایمان ویقین کہتے ہیں، جو فلسفے میں بھی موجود ہے لیکن مغرب کو مذہب پر ایمان ویقین پسند نہیں۔ اسے وہ آزادی اظہار رائے کے منافی سمجھتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے بارے میں دلیوز کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر آپ اس نظام پر ایمان لے آئیں تو یہ آپ کو عقلی لگے گا۔ اگر ایمان نہ لائیں تو اس نظام کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ دوسرے معنوں میں سرمایہ داری بھی ایک Dogma ہے جو عقل، تجربے کی بجائے صرف ایمان وعقیدے پر کھڑا ہے۔

Everything is rational in capitalism, except capital or capitalism itself. The stock market is certainly rational; one can understand it, study it, the capitalists know how to use it, and yet it is completely delirious, it's mad.Deleuze, G. (2009). Capitalism: A very special delirium. In F. Guattari, & S. Lotringer (Eds.), Chaosophy: Texts and interviews, 1972-1977 (pp.35-52). Cambridge: MIT Press.

اگر ہمارے لبرل اور اسلامی علمی حلقے جدیدیت، جمہوریت، سرمایہ داری سے متعلق ان اہم ترین مباحث سے ناواقف ہیں تو اس کا کیا کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان کے دونوں حلقے یوروپین کورٹ آف ہیومن رائٹس [UCHR] کے دو اہم فیصلوں کا مطالعہ کر لیں تو بہت سے حقائق آشکار ہوں گے۔ ۱۹۹۷ء میں ترکی کے وزیر اعظم نجم الدین اربکان کو ترکی میں اسلام نافذ کرنے کے الزام پر سپریم کوٹ نے برطرف کر دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔اس فیصلے کے خلاف اربکان نے انسانی حقوق کے منشور کے تحت UCHR میں اپیل کی جو مسترد کردی گئی کہ منشور انسانی حقوق، جمہوریت اور سیکولر ارادہ انسانی سے برتر کوئی ارادہ نہیں ہے۔کانٹ کا مضمون اسی فلسفے کی وضاحت کرتا ہے۔اسی سال ترکی کی عدالت نے ایک عالم دین Gunduz کو دو سال قید کی سزا دی جنھوں نے TV پر جمہوریت کے خلاف گفتگو کی۔سول کورٹ میں شادی کرنے والوں کے بچوں کو حرامی کہا اور پرامن طریقے سے اسلامی نظام رائج کرنے کی بات کی۔GUNDUZ نے UCHR میں اپیل کی اس کی اپیل منظور ہوئی حکومت ترکی کو پانچ ہزار یورو جرمانہ ادا کرنا پڑا۔عدالت کا موقف تھا کہ اربکان ایک سیاسی جماعت اور سیاسی اقتدار کے ذریعے شریعت نافذ کرنے کی کوشش کررہے تھے۔مذکورہ عالم پرامن طریقے سے مکالمے کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کررہا تھا نفاذ شریعت بذریعہ حکومت ناقابل معافی جرم ہے صرف اپنے خیالات پیش کرنا کوئی جرم نہیں یعنی اسلام پر بولنے کی آزادی ہے نافذ کرنے کی آزادی نہیں۔ TV مکالمے میں GUNDUZ کے خیالات پڑھیے:

I am just saying that anyone calling himself a democrat, secularist or Kemalist has no religion... Democracy in Turkey is despotic, merciless and impious [dinsiz]... OK, we can separate the State and religion, but if [a]person has his wedding night after being married by a council official authorised by the Republic of Turkey, the child born of the union will be a piç[bastard]."

H.C.: "Do you mind..."

M.G.: "That is how Islam sees it. I am not talking about

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

the rules of democracy..."

As Mr Gündüz said, they want to destroy democracy and set up a regime based on sharia.

"M.G.: "Of course, that will happen, that will happen..."

ان متشدد، توہین آمیز خیالات پر فیصلہ دیتے ہوئے UCHR نے لکھا:

The Court would point out, however, that RefahPartisi (the Welfare Party) and Others concerned the dissolution of a political party whose actions seemed to be aimed at introducing sharia in a State party to the Convention and which at the time of its dissolution had had the real potential to seize political power (ibid.,108). Such a situation is hardly comparable with the one in issue in the instant case.

Admittedly, there is no doubt that, like any other remark directed against the Convention's underlying values, expressions that seek to spread, incite or justify hatred based on intolerance, including religious intolerance, do not enjoy the protection afforded by Article 10 of the Convention. However, the Court considers that the mere fact of defending sharia, without calling for violence to establish it, cannot be regarded as "hate speech". Moreover, the applicant's case should be seen ina very particular context. Firstly, as has already been noted (see paragraph 43 above), the aim of the programme in question was to present the sect of which the applicant was the leader. secondly, the applicant's extremist views were already known and had been discussed in the

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

public arena and, in particular, were counter balanced by the intervention of other participants in the programme; and lastly, they were expressed in the course of a pluralistic debate in which the applicant was actively taking part. Accordingly, the Court considers that in the instant case the need for the restriction in issue has not been established convincingly. [http://hudoc.echr.coe.int/webservices/content/docx/00161522?TID=y

واضح رہے کہ جمہوریت، انسانی حقوق، آزادیٔ اظہار رائے، جلوس جلسے تنقید احتجاجی مظاہرے ٹی وی کے ٹاک شوز میں آزادی اظہار کے عظیم مظاہرے محض لوگوں کو ایک جال میں قید کرنے کے طریقے ہیں جن کے ذریعے وہ نظام حاضر و موجود میں اپنی جعلی شراکت پر خوش ہو کر نظام کا حصہ بن جاتے ہیں عملاً اس نظام کو چلانے میں ان سرگرمیوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ یہ بات اس صدی کا اہم ترین فلسفی Zizek اپنے فلسفیانہ انداز میں بیان کرتا ہے:

It is a well known fact that the close-the-door button in most elevators is a totally dysfunctional placebo which is placed there just to give individuals the impression that they are somehow participating, contributing to the speed of the elevator journey. When we push this button the door closes in exactly the same time as when we just press the floor button without speeding up the process by pressing also the close-the-door button. This extreme and clear case of fake participation is, I claim, an appropriate metaphor (for) the participation of individuals in our post-modern political process. We are all the time asked by politicians to press such

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

buttons?

سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف جمہوری جدوجہد پر یقین رکھنے والے غلطی پر ہیں

ژی ژیک ایسی جدوجہد کو لایعنی سمجھتا ہے:

The Battle to be fought is thus twofold. First yes anticapitalism. However, anticapitalism without problematizing capitalism's political form (liberal parliamentary democracy) is not sufficient, no mater how radical it is. Parhaps the lure today is the belief that one can undermine capitalism without effectively problematizing the liberal democratic legacy which (as some Leftists claim), although engandered by capitalism, acquired autonomy and can serve to criticize capitalism. The lure is strictly correlative to its apparent opposite, to the pseudo Deleuzian, love hate, fascinating /fascinated poetic depiction of capital as a rhizomatic monster/ vampire that.

deterritorializes and swallows all indomitable dynamic ever rising from the dead each crisis making it stronger Dionysus phoenix reborn.It is in this poetic (anti) capitalist reference to Marx that Marx is really dead: appropriated when deprived of his political sting.

اہل فکر اس موضوع پر ممتاز فلسفی Slavoj Zizek کے مندرجہ ذیل مقالہ جات پڑھ سکتے ہیں:

(i) The Obscenity of Human Right: violence as symptom

(ii) Human Rights & its Discontents.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iii) Against Human Rights

لبرل ازم کے سب سے بڑے فلسفی جان رالس اور اس کے شارح ڈربن نے ڈائیلاگ کے موضوع پر کیا کہا وہ بھی پڑھ لیجئے

What Rawls is saying is that there is in a constitutional liberal democracy a tradition of thought which it is our job to explore and see whether it can be made coherent and consistent... We are not arguing for such a society. We take for granted that today only a fool would not want to live in such a soceiety... If one cannot see the benefits of living in a liberal constitutional democracy, if one does not see the virtue of that .ideal, then I do not know how to convince him. To be perfectly blunt,sometimes I am asked,when I go around speaking for Rawls, What do you say to an Adolf Hitler? the answer is [nothing]. You shoot him. You do not try to reason with him. Reason hasno bearing on this question. So I do not want to discuss it (Burton Derben on Rawls & Political Liberalism in the cambridge companion to Rawls [ed.S.R.,Freeman] UK: Cambridge University Press USA 2003 Page 328-329)

قاسمی صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ فرانس کی یونیورسٹی میں کسی طالب علم کو اکنامکس کے طے شدہ اصولوں کے خلاف امتحانی پرچے میں جواب دینے پر فیل کر دیا جاتا ہے اور اکنامکس کے کسی عالمی جریدے میں کوئی ایسا مضمون شائع نہیں ہوسکتا جو اکنامکس کے بنیادی عقیدوں کے خلاف ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گلبرٹ رسٹ جو فرانس میں پروفیسر ایمریطس ہے فرانس جیسے آزاد خیال لبرل معاشرے اور جدیدیت کے بہت بڑے بڑے فلاسفہ کے ملک میں رجعت پسندی کی حالت کے بارے میں اپنی کتاب The Delusion of Economics میں فرانس کی ایک یونیورسٹی کا واقعہ لکھا ہے جہاں طلباء، اساتذہ کے سامنے اس نے جدید اکنامکس کے عقیدوں ، ایمانیات ، مفروضات ما بعد الطبیعیات، اصولوں، قوانین قواعد پر تنقید کی اور دلائل سے ہی تنقید کو ثابت کر دیا لیکن طلباء اور اساتذہ نے اس کی تنقید سے اتفاق کرنے کے باوجود جواب یہ دیا کہ اگر ہمارے طلباء امتحانات میں یہ تنقیدی جوابات لکھیں گے تو انھیں ممتحن [Examiner] ناکام [Fail] قرار دے گا ۔یعنی معاشیات کا علم اس کے طے شدہ عقیدوں کی روشنی میں پڑھا جائے گا اصول بدلنے کا اختیار کسی کو نہیں۔

A Little Story may not be out of place here. When I was invited to speak about the assumptions of economics to hundred pupils preparing for their baccalaureate exam at a French lycee, I decided to present some of the theses in this book and was rewarded with an attentive audience and a number of interesting questions. Still, I was rathe afraid of how the teachers accompanying the pupils would react. What did they think of my critical arguments? Their reply was disconcerting:'Of course we largely agree with your point ofview,they said, 'but we can't teach it. Our job is to get our pupils through the bac. And,as their papers will be corrected by external examiner, they would certainly fail if they

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

deviated from the mainstream views in the syllabus. 'This is how a lack of critical spirit and ultimately, ignorance are transmitted. [Gilbert Rist The Delusion of Econimics London Zed Book UK 2011 P 7]

Steve Keen اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ معاشیات کے کسی عالمی تحقیقی جریدے میں کوئی ایسا مضمون شائع نہیں ہوسکتا جو اکنامکس کے بنیادی اعتقادات، مفروضات، مابعد الطبیعیات اور ایمانیات کے مطابق نہ ہو اگر آپ کا مضمون ان مفروضات کے خلاف ہو تو آپ کی تحقیق تسلیم نہیں کی جائے گی۔ مضمون شائع نہیں ہوگا۔

it is almost impossible to have an article accepted into one of the mainstream academic economics journals unless it has the full panoply of economic assumptions: rational behaviour (according to the economic definition of rational!).[Steve Keen, Debunking Economics: The Naked Emperor of the Social Sciences,London: Zed Book, 2007 (2004), p.154.]

مغرب میں اہل علم سائنس دانوں کی کتنی عزت ہے وہ پڑھ لیجیے جو مغرب اپنے سائنس دانوں پروفیسروں کی عزت نہیں کرتا وہ علماء اور اسلام کی عزت کرے گا؟

امریکہ میں حکومت سائنس دانوں کو کس طرح ذلیل کرتی ہے، ان کے خلاف کیا اقدامات کرتی ہے، ان کو سائنسی تحقیقات پیش کرنے سے کیوں منع کرتی ہے اس کی تفصیلات The Collapse of Western Civilization کی مصنفہ کے قلم سے پڑھیے جو ہارورڈ یونیورسٹی میں تاریخ کی پروفیسر ہے۔

A crucial but under-studied incident was the legal seizing

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

of notes from scientists who had documented the damage caused by a famous oil spill of the period, the 2011 British Petroleum Deepwater Horizon. Though leaders of the scientific community protested, scientists yielded to the demands, thus helping set the stage for further pressure on scientists from both governments and the industrial enterprises that governments subsidized and protected. Then legislation was passed (particularly in the United States) that placed limits on what scientists could study and how they could study it, beginning with the notorious House Bill 819, better known as the "Sea Level Rise Denial Bill," passed in 2012 by the government of what was then the U.S. state of North Carolina (now part of the Atlantic Continental Shelf) Meanwhile the Government Spending Accountability Act of 2012 restricted the ability of government scientists to attend conferences to share and analyze the results of their research. Though ridiculed when first introduced, the Sea Level Rise Denial Bill would become the model for the U.S. National Stability Protection Act of 2025, which led to the conviction and imprisonment of more than three hundred scientists for "endangering the safety and well-being of the general public with unduly alarming threats." By exaggerating the threat, it was argued, scientists were preventing the economic development essential for coping with climate change. When the scientists appealed, their convictions were upheld by the U.S. Supreme Court under the Clear and Present Danger

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

doctrine, which permitted the government to limit speech deemed to represent an imminent threat. Had scientists exaggerated the threat, inadvertently undermining the evidence that would later vindicate them? [Nomi Oreskes & E. Mcnway The collapse of western civilization: a view from the future , Columbia University Press. New York, 2014, p. 13, 14]

اصول یہ برآمد ہوا کہ ہر تہذیب اپنے تصور خیر، الحق اور العلم کے خلاف تنقید کو خطرہ بننے کی آزادی نہیں دیتی البتہ تقلید کی لامحدود آزادی عطا کرتی ہے۔ عصر حاضر بھی آزادی اظہار رائے کے نام پر اجتہاد، آزاد خیالی، آزادی کا عہد نہیں اصلاً تقلید ہی کا عہد ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مغرب میں تقلید کا نام آزادی اور علم ہے لیکن یہی مغرب مشرق میں تقلید کو بدترین جہالت قرار دیتا ہے۔

مولانا شکیب، وراث مظہری اور دیگر مخلص علماء کرام مدرسہ ڈسکورس کی حقیقت سے واقف نہیں۔ مغرب کا پیدا کردہ علما دارتی ہے انفرادی نہیں۔ سیاسی معاشی ہے معاشرتی سماجی تاریخی نہیں یہ اقتداری (Hegemonic) علم ہے روایتی، اقداری، الہامی، مذہبی علم نہیں یہ علم دوسرے علم کو برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ علم Corporate Salve پیدا کرتا ہے۔ اس علم کا صرف ایک ہی مقصد ہے پیسہ کمانا۔ ہر شخص تعلیم حاصل کر کے اپنی Class بدل کر صرف ایلیٹ کلاس میں آنا چاہتا ہے مگر 99 فیصد لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ مغرب کے تمام علوم بدترین تشدد سے نکلے ہیں سائنس نے فطرت کے خلاف تشدد کیا اکنامکس نے روایتی روزی روٹی کمانے کے طریقوں کو تشدد سے ختم کیا۔ جدید ریاست نے فرد پر تشدد کی اجارہ داری حاصل کی دنیا میں سب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرتشدد آج کی عورت ہے جو دنیا کے ہر گھر میں بچے کو تشدد کر کے اسکول بھیجتی ہے میڈیکل سائنس کی ترقی بھی تشدد کے ذریعے ہو رہی ہے جدید تعلیم کا مقصد اور یونیورسٹی کا مقصد صرف پیسہ کمانا، عیش کرنا ہے لہٰذا ہر وہ پیشہ جس میں زیادہ پیسہ ہو لوگ اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

کیسا خدا کیسا نبی پیسہ خدا پیسہ نبی

یہ سرمایہ دارانہ نظام کا نعرہ ہے۔ اس نعرے کی حقیقت جاننے کے لیے درج ذیل حوالے پڑھ لیجیے:

دنیا بھر میں عموماً اور عالم اسلام میں خصوصاً سائنس کو برتر علم جانا جاتا ہے لیکن سائنس دان [Scientists] کی مغرب میں اتنی عزت نہیں کی جاتی جتنی عزت سٹّے باز (Risk Managers) رنڈیوں، مراثیوں، بھانڈوں [Show Business Stars] اور کھلاڑیوں [Sports men] کی ہوتی ہے۔ عزت کا پیمانہ مغرب اور دنیائے جدید [Modren Age] میں صرف مادی ہے اور وہ ہے پیسہ۔ جو زیادہ کماتا ہے وہ زیادہ عزت پاتا ہے۔ سب سے زیادہ پیسہ سٹے باز کماتے ہیں اس کے بعد رنڈیاں اور کھلاڑی وغیرہ اس کے بعد سائنس دانوں کا نمبر آتا ہے کیونکہ سٹے باز اور رنڈیاں سرمایہ کی پیداوار میں سائنس دانوں سے زیادہ بہتر ہیں مثلاً عالمی اولمپکس کے ایک ہفتے کے کھیل سے جتنا سرمایہ پیدا ہوتا ہے امریکہ کی تمام یونیورسٹیاں سال بھر میں اتنا سرمایہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ صرف امریکہ میں عریانی فحاشی کی صنعت ایک سال میں جتنا سرمایہ پیدا کرتی ہے دنیا کی کئی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیاں (جن میں مائیکروسافٹ جیسی کمپنی بھی شامل ہے) اجتماعی طور پر بھی اتنا سرمایہ پیدا نہیں کرتیں کرس ہیجز کی کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھ لیجیے۔

World wide porn revenues topped 97 billion Dollar in 2006. That is more than the revenues of Microsoft, Google. Amazon, e Bay, Yahoo, Apple, Net flix & Earth link combined. [Chris Hedges., Empire of illusion : The end of literacy & the triumph of spectalce , Nation Books USA 2009, p. 58]

لہٰذا زیادہ اجرت [Salaries/wages] اسے ملے گی جو زیادہ سرمایہ پیدا کرے گا۔ برکلے یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی تنخواہ یونیورسٹی کے فٹبال کوچ سے کم ہے فٹبال کوچ سالانہ تین ملین ڈالر کماتا ہے اور وائس چانسلر تین لاکھ ڈالر بھی نہیں کماتا۔ ایک فٹبال میچ سے جتنا سرمایہ پیدا ہوتا ہے برکلے اتنا سرمایہ کئی سالوں میں نہیں پیدا کرسکتی۔ کرس ہیجز اپنی کتاب The Impire of Illusion میں لکھتا ہے

The football coach is Berkeley's highest paid employee. He makes about 3 million dollars. [p. 94]

کرس ہیجز اسی کتاب کے باب Illusion of Love میں لکھتا ہے کہ امریکہ میں ایک اعلیٰ ترین رنڈی تین ہزار ڈالر فی گھنٹہ کماتی ہے۔ آج کل اسے آرٹسٹ، فلم اسٹار، فلمی ستارہ sex worker کہا جاتا ہے لیکن اس پیشے کے عیوب ظاہر کرنے کے لیے سب سے بہترین لفظ یہی ہے۔

The porn stars make anywhere from 1500 Dollar to 3000 Dollar an hour as prostitute. [p. 68, ibid]

اگر یہ رنڈی روزانہ بارہ گھنٹے کام کرے تو اس کی روزانہ کی آمدنی ۳۶ ہزار ڈالر ہے جو ایک امریکی استاد کی سالانہ آمدنی ہے۔ یہ رنڈی ماہانہ دس لاکھ اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہزار(۱۰،۸۰،۰۰۰)ڈالر کماتی ہے جبکہ امریکی سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ایک سال میں صرف دو لاکھ سترہ ہزار چار سو(۲،۱۷،۴۰۰)ڈالر کماتا ہے۔ رنڈی کا لفظ اب متروک ہوگیا ہے کیونکہ معاشرے میں گناہ اور گناہ گار کو پسند کیا جارہا ہے۔ اسے برداشت[tolerance] کہتے ہیں یہ آزادی کے عقیدے کا نتیجہ ہے ہر پھول کو کھلنے دو۔ آپ نیک کام کریں دوسرے کو برے کام کرنے دیں کہ دونوں کا حق ہے۔ عہد حاضر حق[Right] کے منہاج کا عہد ہے آپ جو چاہے کریں کہ حق[Good] کچھ نہیں ہوتا یہ ہر شخص کا محض دعویٰ ہوتا ہے۔ ہر شخص کو حق [Right] ہے کہ جسے خیر [Good] سمجھے اپنی ذاتی زندگی میں اسے خود اختیار کرے، دوسرے کو اختیار کرنے پر مجبور نہ کرے۔ اپنی مرضی آزادی، اختیار مطلق سے آپ جس خیر کو اختیار کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں خیر کی بحث بے معنی ہے۔ خیر کچھ نہیں ہوتا۔ اصل چیز پیسہ ہے بس پیسے کماؤ جدید نظام تعلیم اور تعلیمی اداروں کا یہی مقصد ہے۔

حسین نصر نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ مغرب میں اسپورٹس ہیرو کی ایک سال کی آمدنی ایک بہت بڑے سائنس داں اور عظیم مفکر کی پوری زندگی کی آمدنی سے زیادہ ہوتی ہے۔

There are now sports heroes who make more of a salary in one year than the greatest westren scientists or scholars will do in his or her life time. [S. H. Nasr: A Young Muslim's Guide to the Modern World, Suhail Academy Lahore, 1988, p.232]

مشہور فلسفی مائیکل سانڈل لکھتا ہے کہ امریکہ میں اسکول کا ایک عام استاد ایک سال میں ۴۳ ہزار ڈالر کماتا ہے لیکن ڈیوڈ لیٹر مین جو رات گئے فحش گوئی کے پروگرام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی میزبانی کرتا ہے اس کی سالانہ آمدنی اکتیس ملین ڈالر ہے۔امریکہ کا سب سے عاقل اہم ترین آدمی سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ایک سال میں صرف دو لاکھ سترہ ہزار چار سو ڈالر کماتا ہے اور ایک ٹیلی ویژن شو کی جج جوڈی ایک سال میں ۲۵ ملین ڈالر کما لیتی ہے۔

☆The average schoolteacher in the United States makes about $43,000 per year. David Letterman, the late-night talk show host, earns $31 million a year.

☆John Roberts, chief justice of the U.S. Supreme Court, is paid $217,400 a year. Judge Judy, who has a reality television show, makes $25 million a year. [Justice, What's The Right Thing To Do?, Michael J. Sandel ,p.162]

اس صورت حال میں بچے اسکول جانا پسند کریں گے یا وہ کام کرنا پسند کریں گے جس کے حصول کے لیے صبح سے رات تک پڑھنے لکھنے اور سر کھپانے کی ضرورت نہیں۔جس سے ان کی آمدنی بے پناہ ہو جائے۔

لبرل ازم جسے آج بھی دنیا میں سب سے زیادہ وسیع النظر عقیدہ سمجھا جاتا ہے اس کا سب سے بڑا فلسفی جان رالز اپنی کتاب Political Liberalism میں یہی جارحانہ، متشددانہ، دہشت گردانہ نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ لبرل ازم کے پیش کردہ آفاقی تصور عدل اور لبرل سرمایہ دارانہ معاشرے کی اقدار کے مخالفین و منکرین جو اس اعلیٰ ترین نظام زندگی کو تلپٹ کرنا چاہتے ہیں ان کو نہایت بے رحمی کے ساتھ پوری طاقت سے اس طرح کچل دینا چاہیے جس طرح جنگوں کو اور جراثیم کو ختم کر دیا جاتا ہے تاکہ یہ وحشی اور جنونی لبرل نظام عدل کو تہس نہس نہ کر سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رالس کے الفاظ پڑھیے:

That there are doctrines that reject one or more democratic freedom is itself a permanent fact of life, or seems so. This gives us the practical task of containing them__like war and disease so that they do not overturn political justice [John Rawls, Political Liberalism, New York : Columbia University Press, 2005,p.64]

جان رالز دعویٰ کرتا ہے کہ لبرل ازم غیر اقداری[De ontological] ہے لیکن وہ خود بتا رہا ہے کہ لبرل ازم غیر اقداری نہیں وہ اقداری Ontological ہے اور اس کی اقدار رالس کے تصورات عدل[Principles of Justice] سے نکلتی ہیں۔ لہٰذا لبرل معاشرے میں ہر شخص کو رالس کے بیان کردہ تصور عدل کے مطابق اپنی زندگی کا نقشہ ترتیب دینا چاہیے یعنی لبرل سرمایہ دارانہ تصور عدل ہی الحق اور الخیر ہے، اس کے سوا سب باطل ہے۔ دوسرے معنوں میں لبرل ازم بھی ایک مذہب ہے، جس کا خدا رالس ہے۔ وہ جو کچھ کہے دنیا کو اس کے مطابق چلنا ہوگا جب یہی بات مسلمان کہتے ہیں کہ ہمیں خدا کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے تو یہی لبرل ازم کہتا ہے کہ تم اسلام کے نام پر لوگوں پر مذہبی جبر مسلط کر رہے ہو۔ ہر تصور خیر جبر کے ساتھ ہی نافذ ہوتا ہے خواہ وہ لبرل ازم ہو یا اسلام۔ جس خیر کے ساتھ جبر نہیں وہ الفاظ کا کھیل [Language Game] ہے۔ سوال یہ ہے کہ آزادی کے لیے جبر ہو تو عین آزادی کیوں ہے؟ اور اگر یہی جبر مذہب کے لیے ہو تو یہ آزادی کیوں نہیں ہے؟ صرف جبر کیوں ہے؟ آزادی کا علمبردار مغرب اور اس کے عقیدہ آزادی کے اسلامی شارح غامدی صاحب یہ بتائیں کہ مغربی معاشروں میں تاریخ انسانی کا جو بدترین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جبر آزادی Tyrrany of Freedom نافذ کیا گیا ہے اس کی عقلیت کیا ہے؟ یہ کیسی آزادی ہے؟ غلامی کی بدترین شکل کو آزادی کیسے مان لیا جائے؟

رالز دنیا بھر پر لبرل ازم کے جبر کو مسلط کرنے کا اعلان کرتے ہوئے صاف صاف لکھتا ہے ہے کہ جدید لبرل سیکولر ریاست میں ہر شخص اپنی آرزوؤں خواہشوں کے مطابق زندگی کی منصوبہ بندی کرنے میں آزاد ہے لیکن یہ آزادی غیر مشروط نہیں مشروط ہے فرد کی خواہشات اور آزادیاں لبرل ازم کے بنیادی ایمان عقیدوں Principles of Justice سے ہم آہنگ ہوں اس کے خلاف نہ ہوں۔

رالس لکھتا ہے:

This is because the purpose of the criminal law is to uphold basic natural duties those which forbid us to injure other persons in their life and limb or to deprive them of their liberty and property and punishments are to serve this end.

In a well ordered society there would be no need for the penal law except law insofar as the assurance problem made it necessary.

Since each person is free to plan his life as he pleases (so long as his intentions are consistent with the principles of

justice) unanimity concerning the standards of rationality is not required. [John Rawls: Chapter The Right and the Good Contrasted, in Theory of Justice, Cambridge, Mass: The Belknap Press of Harvard University Press, 1971. p.221]

رچرڈ رارٹی نے لکھا امریکہ نے جرائم کیے ہیں مگر ہم نے اپنے آپ کو معاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دیا ہے۔

امریکہ کے عظیم فلسفی رچرڈ رارٹی نے گزشتہ چار سو سال میں امریکہ، امریکی فوج، امریکی قوم کے ہاتھوں دنیا کو تباہ و برباد کرنے اور کروڑوں انسانوں کو قتل کرنے کے بعد اپنے تمام جرائم پر کسی شرمندگی معذرت اور ندامت کے بجائے صاف صاف کہہ دیا کہ ''امریکہ دنیا کا واحد ملک ہے جو خدا کی خوشنودی کے حصول کا مدعی نہیں ہم صرف اپنے آپ کو خوش کرنا چاہتے ہیں ہم اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ہم نے جو بھی جرائم کیے ہیں ان جرائم کے ارتکاب کے باوجود ہم نے اپنے آپ کو خود کو معاف کر دیا ہے۔ یہ لبرل ازم کے جدید انسان (Modern Man)، جدید نفس (Modern Self) کی عالمگیر خدائی کا اعلان ہے۔ رارٹی کے اصل الفاظ پڑھئے:

"America is the only country which seeks not to please God but to please ourselves". "we have the right to forgive ourselves the crimes we committed"(R. Rorty Achieving our Country 1998 p73)

مدرسہ ڈسکورس سے امیدیں باندھنے والے شکیب قاسمی صاحب اور وارث مظہری صاحب امید ہے ان مباحث اور حوالوں پر بھرپور توجہ دیں گے اور ہمیں یقین ہے کہ مدرسہ ڈسکورس کو رد کر دیں گے، اسلامی علمیت پر اعتماد کریں گے اور مدرسہ کی اصلاح اسلامی منہاج علمی میں مدرسے کے اندر سے ہی کی جائے گی مدرسہ ڈسکورس سے نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفتی منیب الرحمن

مدرسہ ڈسکورس، دینی مدارس اور ہمارا موقف

Discourse کے معنی ہیں: مباحثہ، مکالمہ، تبادلۂ خیال، اظہارِ خیال وغیرہ۔ آج کل امریکا اور یورپ سے لے کر پاکستان تک سب کو دینی مدارس کا غم کھائے جا رہا ہے اور وہ اس درد میں گھلے جا رہے ہیں چنانچہ ''مدرسہ ڈسکورس'' کے عنوان سے سیمینار ہو رہے ہیں، کانفرنسیں ہو رہی ہیں، مکالمے، مباحثے اور تبادلۂ خیالات کی مجالس سج رہی ہیں اور اس کے لیے فنڈز بھی بیرونی ممالک سے وافر مقدار میں دستیاب ہیں۔ مدرسہ سے مراد دینی مدارس و جامعات ہیں، حالانکہ عالمِ عرب میں عصری تعلیم کے اسکولوں کو بھی مدرسہ ہی کہا جاتا ہے۔ سو ہم دینی مدارس و جامعات کی ہمدردی میں شب و روز اپنا خون جلانے والوں کا شکر بجالاتے ہیں، لیکن اصل مسئلے سے پہلے ذرا ہم اُس تعلیم کی جانب متوجہ کرنا چاہتے ہیں، جس پر قومی خزانے سے کھربوں، پدموں روپے خرچ ہو چکے ہیں اور خرچ ہو رہے ہیں اور بحیثیتِ مجموعی قومی خزانے سے دفاعی بجٹ کے بعد سب سے زیادہ تعلیم پر خرچ ہوتا ہے۔

ذرا اس تعلیم کے نتائج پر ولسن سنٹر امریکا کی رپورٹ ملاحظہ کیجیے: ''پاکستان وسیع تر تعلیمی بحران سے دوچار ہے، کروڑوں پاکستانی بچے اسکول نہیں جاتے، جو جاتے ہیں تو اساتذہ کو غیر حاضر پاتے ہیں۔ دوسرے چیلنجز کے علاوہ تعلیمی ماحول انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ جب پاکستان اور بیرونِ پاکستان اس بحران پر بات ہوتی ہے تو اکثر حقیقتِ حال کو سمجھا نہیں جاتا۔'' ولسن سنٹر کی رپورٹ پاکستان بھر میں درجنوں ماہرین اور افسران کے انٹرویوز پر مشتمل ہے، اس کا مطالبہ ہے کہ ریکارڈ درست رکھا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رپورٹ بتاتی ہے کہ عوامی تاثر کے برعکس حالیہ سالوں میں تعلیم پر اخراجات میں مُعتد بہ اضافہ ہوا ہے اور اب یہ دفاعی بجٹ کے قریب تر ہے۔ اس ادارے کی اسکالر نادیہ ناویوالا نے رپورٹ مرتب کی ہے اور کہا ہے کہ قومی اور بیرونی ذرائع سے تعلیم پر جو رقم خرچ ہو رہی ہے، وہ ضائع ہو رہی ہے اور منفی نتائج کی حامل ہے، لہٰذا اب زور تعداد (Numbers) پر نہیں بلکہ معیار (Quality) پر ہونا چاہیے۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان کا اصل مسئلہ وہ بچے نہیں جو اسکول نہیں جا پاتے، بلکہ وہ بچے ہیں جو اسکول جاتے ہیں اور ایسے بچوں کی تعداد ایک کروڑ ستّر لاکھ (۱،۷۰،۰۰،۰۰۰) ہے اور ان بچوں میں سے اکثر کئی سال اسکول میں گزارنے کے بعد ایک فقرہ بھی پڑھنے کے قابل نہیں ہوتے۔ رپورٹ میں مشورہ دیا گیا ہے کہ بچوں میں تعلیمی مواد کی تفہیم پیدا کرنا ضروری ہے اور نصاب کو بچوں کی سطح کے مطابق بنانا لازم ہے۔

تعلیم کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے مادری زبان میں تعلیم دینا ناگزیر ہے، اعلیٰ تعلیم کو کثیرُ اللِّسان (Multilingual) ہونا چاہیے، مگر یہ حقیقت عیاں ہے کہ انگریزی ذریعۂ تعلیم طلبہ کی اکثریت کو نصاب سے کاٹ دیتا ہے اور طلبہ کی ذہانت اُن کے کام نہیں آتی، کیونکہ طلبہ اور اساتذہ انگریزی میں کماحقہٗ اظہارِ خیال پر قدرت نہیں رکھتے، اس لیے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تحقیق کے میدان میں ادھر اُدھر سے تحقیقی مواد چرانے کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انگریزی سائنس کی زبان ہے، لیکن اگر طلبہ کو مقامی زبان میں اظہار کے مواقع دستیاب ہوں گے تو وہ تحقیق و تخلیق کے دائروں میں بہتر نتائج پیدا کر سکتے ہیں، اس حوالے سے برٹش کونسل کے ایک سروے کا بھی حوالہ دیا گیا ہے، سروے کے مطابق پنجاب کے 94 فیصد انگلش میڈیم اسکولوں میں اساتذہ انگریزی نہیں بولتے۔ (ڈان، کراچی 16 جولائی 2019ء)"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید تفصیل جاننا ہو تو جناب شاہنواز فاروقی کا کالم آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں، وہ لکھتے ہیں: ''اساتذہ کسی بھی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، اچھی درس گاہ خوبصورت، آراستہ اور ائیر کنڈیشنڈ عمارات کا نام نہیں ہے، بلکہ اچھی درس گاہ وہ ہے جہاں قابل اساتذہ موجود ہوں۔ سندھ کے وزیرِ تعلیم نے اسمبلی کے فلور پر کہا: صوبے کے ایک لاکھ چونتیس ہزار اساتذہ میں سے ایک لاکھ اساتذہ ایسے ہیں جنہیں استاد نہیں کہا جاسکتا، لیکن ہم حزبِ اختلاف کے خوف سے اُن اساتذہ کو چھیڑ بھی نہیں سکتے، باقی اساتذہ کو بھی گزارے کے لائق ہی سمجھیں، اِلّا مَاشَاء اللہ' پی ایچ ڈی مقالہ جات کے سرقے کی داستانیں یونیورسٹیوں کی فائلوں میں دفن ہیں اور بعض کے معاملات عدالتوں تک بھی پہنچتے رہے ہیں، باقی صوبوں کا حال اُنیس بیس یا اٹھارہ بیس سمجھ لیجیے۔ چند سال پہلے پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ جنابِ شہباز شریف نے صوبے کے تمام سرکاری اسکولوں کو انگلش میڈیم بنانے کا ڈول ڈالا اور اب چند دن پہلے اخبار میں خبر پڑھی کہ موجودہ وزیرِ اعلیٰ جنابِ عثمان بزدار دوبارہ تمام اسکولوں کو اردو میڈیم بنا رہے ہیں، سو ہمارا نظامِ تعلیم ناتجربہ کار حکمرانوں کے تجربات کی آماجگاہ ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے: بریں عقل و دانش بباید گریست، یعنی ایسی عقل و دانش کا ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔

اس کے برعکس یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں پانچ سے سولہ سال کی عمر کے درمیان اسکول نہ جانے والے بچوں کی تعداد تقریباً دو کروڑ اٹھائیس لاکھ ہے۔ چونکہ پاکستان میں سرکاری طور پر مصدّقہ اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں، اس لیے انہی دستیاب اعداد و شمار کا حوالہ دیا جاسکتا ہے اور یہ سروے پرائیویٹ این جی اوز کے ذریعے کرائے جاتے ہیں، جن کے ایجنڈے کی ترجیحِ اول اسلام اور پاکستان کو بدنام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنا ہوتا ہے۔ جہاں ریاستی سطح پر کی گئی مردم شماری اور ووٹرز لسٹ بھی متنازع ہو، وہاں کون سی چیز شکوک وشبہات سے بالا اور مصدّقہ تسلیم کی جائے گی۔ مگر یہ امر قابلِ اطمینان ہے کہ ہمارے لبرل میڈیا، این جی اوز اور اُن کے مربی مغربی حکومتوں کا دردِ سر پاکستان میں نظامِ تعلیم کی زبوں حالی اور بربادی نہیں ہے، شاید وہ چاہتے ہوں گے کہ پاکستانی قوم اسی طرح پسماندہ رہے اور وہ اپنے عالمی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے اسے آلۂ کار کے طور پر استعمال کرتے رہیں۔

سو دینی مدارس وجامعات کو کوسنے والے ذرا یہ تو بتائیں کہ ایک غریب قوم کے ٹیکسوں سے کھربوں، پدموں روپے خرچ کیے جانے کے بعد ہم نے عالمی سطح پر نرسری سے یونیورسٹی لیول تک کون سا نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے، لیکن ساری تگ وتاز کا مرکز ومحور دینی مدارس وجامعات ہیں۔ نیز میں بارہا متوجہ کرتا رہتا ہوں کہ اس وقت پاکستان معاشی عدمِ استحکام کا شکار ہے، ہماری درآمدات وبرآمدات کا توازن درہم برہم ہے، سالانہ بجٹ میں ہمارے مجوّزہ آمدوخرچ کے میزانیے میں کافی بڑا خسارہ ہے جبکہ ٹیکس کے مجوّزہ اہداف کا پورا ہونا بھی محلِ نظر ہے۔ ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ دینی مدارس وجامعات میں تعلیم پانے والے طلبہ وطالبات کے لیے روزگار کے مواقع نہیں ہیں، کوئی ہمیں بتائے کہ پاکستان میں وہ کون سی گرانقدر تعلیمی ڈگری ہے کہ جس کے حامل کے لیے روزگار ریاست وحکومت کی طرف سے یقینی ہے۔ آرٹس، ہیومنٹیز اور سوشل سائنسز کے ڈگری ہولڈرز کو تو چھوڑیے، یہاں تو انجینئرز، ڈاکٹرز، آئی ٹی، ایم بی اے، اکاؤنٹس اور سائنس وٹیکنالوجی کے متعدد شعبہ جات میں اعلیٰ اسناد وشہادات کے حاملین کے لیے ملازمت کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ (سرٹیفکیٹ کو عربی اور اردو میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''سند'' اور ڈگری کو عربی میں ''شہادہ'' کہتے ہیں۔)

اسی طرح وہ بچے، جو کوڑے اور کچرے کے ڈھیروں پر روزی تلاش کرتے ہیں، پنکچر لگانے والوں اور موٹر مکینک کی دکانوں، چائے خانوں، قالین سازی کے کارخانوں، جوتے پالش کرنے والے، کھیتوں، کھلیانوں، اینٹوں کے بھٹوں، گھریلو ملازمین، سڑکوں اور چوراہوں پر کنگھی، تسبیح اور دعاؤں کے کتابچے بیچنے والے اور وہ بچے جنہیں معذور بنا کر گداگری کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے، جابجا رُل رہے ہیں۔ مختلف علاقوں میں انہیں کاکا، لمڈا، چھوکرا، چھوٹو اور نہ جانے کن کن ناموں سے پکارا جاتا ہے، گالیوں اور حقارت آمیز القاب سے نوازا جاتا ہے، اُن کی فکر کسی کو لاحق نہیں ہے، حالانکہ اوّلین ترجیح انہیں حاصل ہونی چاہیے۔

اب آتے ہیں مدارس کی طرف، دینی مدارس پر حکومت کے خزانے سے ایک پیسا بھی خرچ نہیں ہوتا۔ یہ معاشرے کے نادار طبقات کے بچوں کی کفالت کرتے ہیں، اُن کی خوراک، لباس، علاج اور تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ عصری اداروں کی طرح یہاں آوارگی کا ماحول نہیں ہوتا اور تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ آج کل بعض خوشحال لوگ بھی اپنی ترجیح پر اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلاتے ہیں۔ ان بچوں کو این جی اوز کی طرح کوئی گھروں سے ترغیب دے کر نہیں لاتا، یہ خود آتے ہیں یا ان کے والدین اپنی ترجیح کے مطابق انہیں دینی تعلیم اور بہتر تربیتی ماحول کے لیے لاتے ہیں۔ یہ ادارے کم از کم شرحِ خواندگی (Literacy Rate) میں تو اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ ان میں سے ایک مناسب تعداد دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی حاصل کرتی ہے۔ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے ملحق طالبات کے مدارس کی کل تعداد کا تقریباً ساٹھ فیصد میٹرک کر کے آتی ہیں اور چند مستثنیات کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاوہ باقی مڈل پاس ہوتی ہیں اور اُن میں سے بعض دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کو بھی جاری رکھتی ہیں۔ مذہبی تعلیم کے ادارے (Seminaries) امریکہ اور مغرب میں بھی موجود ہیں، ہم نے لاس اینجلس کیلی فورنیا میں ایک مشہور Seminary کا دورہ بھی کیا ہے۔ امریکا اور مغرب میں مذہبی درسگاہوں میں پڑھنے والے بھی انجینئرز، ڈاکٹرز، اکاؤنٹنٹس، مختلف شعبوں کے سائنٹسٹ، ٹیکنالوجسٹ اور بزنس ایکسپرٹ نہیں بنتے، بلکہ ہیومنیٹیز، بشریات (Anthropology)، سوشل سائنسز کے مختلف شعبوں میں تخصُّصات (Specializations) کرتے ہیں، جبکہ ہمارے ہاں فیشن کے طور پر کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ دینی طلبہ انجینئر بنیں، ڈاکٹر بنیں، سائنٹسٹ بنیں، دفاعی سروسز میں جائیں وغیرہ وغیرہ۔ کیا میڈیا پرسنز جو اسٹوڈیوز میں بیٹھ کر ہمیں یہ بھاشن دیتے ہیں، وہ ہر شعبے کے ایکسپرٹ ہوتے ہیں؟

ہمارے نظامِ تعلیم میں تخصص کا تعیُّن میٹرک اور انٹرمیڈیٹ سے ہوجاتا ہے، نہ ڈاکٹر تمام شعبوں کا ایکسپرٹ ہوتا ہے اور نہ انجینئر سارے شعبوں کا ایکسپرٹ ہوتا ہے۔ یہی صورتِ حال آئی ٹی، بزنس ایڈمنسٹریشن، اکاؤنٹس اور سائنسز کے مختلف شعبہ جات کی ہے۔ پس جن شعبوں میں دینی طلبہ آگے چل کر ماسٹر یا بی ایس یا تخصُّصات کر سکتے ہیں، وہ آرٹس، ہیومنیٹیز، قانون، لسانیات، معاشیات اور سوشل سائنسز کے مختلف شعبہ جات ہیں۔ یہ امر بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ دینی مدارس و جامعات میں طلبہ و طالبات کی تعداد بحیثیتِ مجموعی قومی تعلیمی نیٹ ورک کے تین فیصد سے زائد نہیں ہے لیکن ہمارے قومی اور بین الاقوامی ہمدردوں کی تمام تر توجہات اور تنقیدات کا مرکز یہی دینی ادارے ہیں۔

امریکا اور یورپ سمیت دنیا کے جتنے بھی تعلیمی نظام ہیں، اُن میں ایک حصہ لازمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضامین کا ہوتا ہے، جو میٹرک اور انٹرمیڈیٹ تک ہر تخصص میں شامل ہوتے ہیں، مثلاً: ہمارے نظامِ تعلیم میں لازمی مضامین یہ ہیں: اردو، انگلش، ریاضی (ہیومنٹیز، آرٹس اور سوشل سائنسز کے شعبہ جات کے لیے سائنسی علوم کی مبادیات پر مشتمل) جنرل سائنس اور مطالعہ پاکستان وغیرہ۔ دوسرے شعبوں میں اسلامیات بھی لازمی مضمون کے طور پر شامل ہے، مگر چونکہ دینی تعلیم بنیادی طور پر دینی علوم پر مشتمل ہے، لہٰذا دینی مدارس کے طلبہ کے لیے اسکول سطح کی اسلامیات کی ضرورت نہیں ہے۔

اصولی طور پر پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر میں جتنے بھی تعلیمی نظام اور ادارے موجود ہیں، اُن سب میں عصری لازمی مضامین یکساں ہونے چاہئیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ کیمبرج سسٹم اور اَشرافیہ کے تعلیمی اداروں کے نظامِ تعلیم پر حکومت کا کنٹرول سرے سے ہے ہی نہیں، اس کا اعتراف خود وفاقی وزیرِ تعلیم جناب شفقت محمود نیشنل کریکولم کونسل میں کر چکے ہیں اور وہ یہ بھی فرما چکے ہیں کہ سرِ دست ہم سرکاری تعلیمی اداروں کو اس معیار پر لانے کے وسائل اور استعداد نہیں رکھتے۔ نیز حکومت ایک ہی جست میں ملک بھر میں پھیلے ہوئے دینی مدارس کے لیے عصری مضامین کی تعلیم کی پوری سہولتیں فراہم کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ اس کے لیے تو لاکھوں اساتذہ درکار ہوں گے اور نصابی کتب، لائبریری اور لیبارٹری کی سہولتوں کی فراہمی اس کے سوا ہے۔

اتحاد تنظیماتِ مدارس پاکستان نے وفاقی وزارتِ تعلیم کے ساتھ اشتراکِ عمل کے کچھ اصولی فیصلے کیے ہیں، ان کا پورا میکنزم تیار کرنے میں وقت لگے گا اور ایسا عملاً ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی جَست میں پرائمری سے لے کر انٹرمیڈیٹ تک عصری تعلیم کا سلسلہ پورے زور شور کے ساتھ جاری ہو جائے، اسے پرائمری اور مڈل سے لے کر چلنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگا اور بتدریج اگلے درجات میں ترقی ہوتی رہے گی۔ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ایسے کتنے ادارے ہیں جو عصری تعلیم کا نظام اپنے وسائل سے پورا کر سکتے ہیں اور کتنے ایسے ہیں جنہیں حکومت کی معاونت درکار ہوگی اور حکومت کی معاونت کا نظام بھی مؤثر تب ہو سکتا ہے، جب عصری مضامین کے اساتذہ کے ہائر اینڈ فائر یعنی تقرر و برطرفی کا اختیار مدارس کے منتظمین کے پاس ہو، ورنہ آج محکمۂ اوقاف کی مساجد کا حال آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ اوقاف کے مالی وسائل محکمۂ اوقاف والے لے جاتے ہیں اور مسجدوں کی ضروریات کو لوگ چندوں سے پورا کرتے ہیں اور کئی جگہ حکومت کے برسرِ ملازمت عملے کے افراد ڈیوٹی ہی نہیں دیتے اور لوگ اپنے چندوں سے امام وخطیب، مؤذن اور خادمین کا انتظام کرتے ہیں۔ اسی طرح ان مساجد کی بنیادی ضروریات اور تزئین و آرائش بھی عوام اپنے وسائل سے کرتے ہیں۔ کراچی میں محکمۂ اوقاف کی سب سے زیادہ آمدنی حضرت عبداللہ شاہ غازی کے مزار سے ہے، آپ مزار سے ملحق مسجد کا تقابل کلفٹن کی دیگر مساجد سے کر لیجیے، آپ کو فرق معلوم ہوجائے گا۔ نیز اوقاف کی مساجد سے ملحق تعلیم وتعلّم کا بھی کوئی انتظام نہیں، صرف لاہور میں حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر محکمۂ اوقاف کے زیرِ اہتمام جامعہ ہجویریہ قائم ہے، یقیناً بعض دیگر بزرگوں کے مزارات سے متصل بھی دینی درسگاہیں ہیں، لیکن اکثر درگاہوں کا اُن بزرگوں کے علمی شعار کے برعکس دینی تعلیم وتربیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، بعض مزارات سے متصل غیر شرعی حرکات بھی ہوتی ہیں جو قابلِ افسوس ہیں۔

ایک مفروضہ یہ قائم کر لیا گیا ہے کہ دینی مدارس انتہا پسندی کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ حقائق کے برعکس ہے۔ یہ مدارس وجامعات اور مکاتبِ فکر قیامِ پاکستان سے پہلے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجود تھے، لیکن انتہا پسندی یا عسکریت پسندی کا کبھی الزام بھی نہیں لگا۔ اسی طرح قیامِ پاکستان کے بعد بھی ایسا نہیں ہوا۔ یہ رجحان بیسویں صدی کی ساتویں دہائی کے اواخر میں شروع ہوا اور ایران عراق جنگ کے نتیجے میں اس کے محرّکات خارجی تھے۔ اس کی بائی پروڈکٹ کے طور پر پاکستان میں فرقہ واریت پر مبنی پراکسی جنگ مسلط کر دی گئی تھی۔ جب سلامتی کے اداروں نے اسے کنٹرول کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ رجحان ختم ہو گیا اور اب فضا کافی حد تک بہتر ہے اور اب باہم برسرِ پیکار وہی لوگ اداروں کے مقربین میں شامل ہیں، ان کے زیرِ اثر ہیں اور یہ اچھی علامت ہے، بشرطیکہ مستقبل میں خدانخواستہ حالات کی تبدیلی کی بنا پر ترجیحات نہ بدل جائیں۔ مکاتبِ فکر اور مسالک پہلے بھی موجود تھے، اب بھی ہیں اور مصنوعی طریقے سے انہیں ختم نہیں کیا جاسکتا، اس کے لیے تعلیم و تربیت کے ماحول کو بہتر بنانا ہوگا اور نفرت انگیزی برپا کرنے والوں سے قانون کے مطابق نمٹنا ہوگا۔

مکاتبِ فکر ہنود و یہود میں بھی ہیں، مسیحیوں میں بھی ہیں۔ امریکہ میں صرف مسیحی پروٹیسٹنٹ فرقے کے تین سو تیرہ ذیلی مکاتبِ فکر (Denominations) ہیں۔ اہلِ مغرب مذہبی اور نسلی گروہوں کو اپنے حق میں ایک مثبت قدر کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں تنوُّع (Diversity) ہے، تکثیر (Pluralism) اور تکثیریت (Plurality) ہے۔ ہمارے ہاں یہ بھی تاثر دیا جاتا ہے کہ مسلک یا مکتبِ فکر اسلام کی ضد ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ مسلک یا مکتبِ فکر اسلام کی تعبیر ہے اور حدودِ شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے دلائل کی روشنی میں تعبیر و تشریح میں اختلاف ہوسکتا ہے، اس میں صحیح اور غلط، درست اور نادرست، افضل و مفضول اور راجح و مرجوح کا فیصلہ دلائل کی بنیاد پر ہوتا ہے، ان چیزوں کو استدلال کی میزان پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرکھا جاتا ہے نہ کہ طاقت کے ذریعے حق و باطل کا فیصلہ کرنے کی روش اختیار کی جائے۔بعض چیزیں مختلف اسباب کی بنا پر قومی مزاج کا حصہ بن جاتی ہیں، ورنہ ہماری پارلیمنٹ میں اور پارلیمنٹ سے باہر، ٹیلی ویژن چینلوں کے اسٹوڈیوز میں اور پبلک جلسوں میں یہ جو آئے دن شور شرابا ہوتا ہے، کوئی ہمیں بتائے کہ اس کے اسباب ومحرکات کیا ہیں۔

یہاں قارئین کی آگاہی کے لیے ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ جولائی 2019ء میں IBCC یعنی انٹر بورڈز چیئرمین کمیٹی کے اعلیٰ افسران کے ایک گروپ نے ہماری تنظیمات کا معائنہ کیا، تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے مرکزی دفتر میں تشریف لائے، ہمارے نظامِ امتحانات، پرچے بنانے، پرچے جانچنے، نتائج مرتب کرنے سے نتائج کے اعلان تک پورا نظام دیکھا۔ ہمارے آئی ٹی کے شعبہ کو مصروفِ عمل دیکھا، ہمارے پرائیویسی کے نظام کا بھی جائزہ لیا اور انہوں نے نہایت فراخ دلی سے کہا کہ بعض اعتبارات سے آپ کا نظام ہم سے بہتر ہے۔انہوں نے پوچھا: آپ اسناد کی تصدیق یعنی Verification کس طرح کرتے ہیں۔ ہمارے متعلقہ شعبے کے ذمے داران نے بتایا کہ اس کے تین اسٹیج ہوتے ہیں، انہوں نے 2007ء کی ایک سند تصدیق کے لیے پیش کی، ہمارے عملے نے ان کے سامنے سسٹم کے مطابق چیک کر کے بتایا کہ اس کی تصویر میں ٹمپرنگ کی گئی ہے، وہ حیرت زدہ بھی ہوئے اور حد درجہ مطمئن بھی ہوئے، اور کہا: اب ہم آپ کی اسناد کی تصدیق آن لائن بھی کر سکتے ہیں۔اسی طرح وہ جائزہ وفد دیگر تنظیمات کے نظام کا جائزہ لینے کے لیے ان کے دفاتر میں بھی گیا اور ہمیں اُن کی رپورٹ کا انتظار ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیں بتایا گیا کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن کا وفد معائنے کے لیے آئے گا، ہم اُن کو بھی خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہیں اور اگر ان دونوں موقّر اداروں نے نظام کو بہتر بنانے کے لیے کوئی مثبت تجاویز پیش کیں تو اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اُن پر عملدرآمد بھی کریں گے۔ ہمارا اصولی مطالبہ تو یہی چلا آ رہا ہے کہ ہماری پانچوں تنظیمات کے امتحانی بورڈز قانونی طور پر تسلیم کیے جائیں اور اگر اس کے لیے ایکٹ آف پارلیمنٹ کی ضرورت ہو تو اس عمل کو بھی مکمل کیا جائے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہمارا نظام ملک میں روبہ عمل دوسرے سرکاری اور غیر سرکاری بورڈز کے مقابلے میں بہتر ثابت ہو۔

چیف آف آرمی اسٹاف جناب جنرل قمر جاوید باجوہ سے ہم نے یہ بھی کہا: قربانی کی کھالیں جلدی تلف ہونے والا (Perishable) آئٹم ہے، اس کی زندگی بارہ گھنٹے سے زائد نہیں ہوتی تاوقتیکہ اسے نمک لگا کر ٹریٹ نہ کیا جائے۔ شوکت خانم، ایس آئی یو ٹی، عالمگیر، سیلانی، ایدھی ٹرسٹ سمیت رفاہی اداروں کے پاس تمام علاقوں میں ورکر دستیاب ہی نہیں جو لوگوں کے گھروں سے جا کر کھالیں اٹھائیں۔ صرف بڑے شہروں میں دعوتِ اسلامی یا الخدمت کا کسی حد تک نیٹ ورک موجود ہے۔ ایک فیصد قربانی کرنے والے بھی اپنی قربانی کی کھال اٹھا کر کسی من پسند دینی یا رفاہی ادارے کو پہنچانے کے روادار نہیں ہوتے۔ چند برسوں سے قربانی کی کھالوں کی قیمتیں بہت تیزی سے گر چکی ہیں اور اب یہ عمل اتنا پرکشش نہیں رہا، نیز گزشتہ چند برسوں سے دینی مدارس و جامعات کے لیے قربانی کی کھالوں کے اجازت نامے جاری نہیں کیے جا رہے اور اس عمل کو انتہائی مشکل بنا دیا گیا ہے۔ ہمارے وہ ادارے جو گزشتہ نصف صدی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کام کر رہے ہیں، بیوروکریسی کا رویہ اُن کے ساتھ بھی ناگفتہ بہ ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ہمارے پالیسی سازوں، بیوروکریسی، سیاسی حکمرانوں اور سلامتی کے اداروں کے پاس متبادل انتظام کیا ہے۔ یہ قرآنِ کریم کے الفاظ میں ''خیر کا راستہ روکنے'' کا گناہِ بےلذت کیا جا رہا ہے۔

ایف اے ٹی ایف اور دیگر عالمی اداروں کے تحفظات حقائق پر نہیں بلکہ مفروضوں پر مبنی ہیں۔ ہم دعوت دیتے ہیں کہ اُن کے وفود آئیں اور ہمارے اداروں کو وزٹ کریں۔ امید ہے وہ اچھا تاثر لے کر جائیں گے۔ ہم یہ بات برملا کہنا چاہتے ہیں کہ مسجد ہو یا مدرسہ، اگر کہیں کوئی کام ریاست کے مفاد کے منافی ہو رہا ہے یا کوئی ادارہ ملک دشمن عناصر کے لیے کمین گاہ کے طور پر استعمال ہو رہا ہے، تو حکومت شواہد کے ساتھ ایسے عناصر کے خلاف ایکشن لے، انہیں قانون کے کٹہرے میں لائے، ہم حکومت کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ لیکن ثبوت وشواہد کے بغیر مفروضوں کی بنا پر رائے قائم کرنا یا بدگمانی کرنا یا مشتبہ قرار دینا شریعت اور آئین وقانون کی رُو سے جائز نہیں ہے۔ (دلیل ڈاک کام، ۱۰ ستمبر ۲۰۱۹ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عامرہ احسان

مدرسہ ڈسکورس: وہی دیرینہ بیماری!

ماڈریٹ اسلام پر مغرب میں جو پلاننگ ہوئی، روبہ عمل لائی گئی، ہر طبقے میں نقب لگائی گئی۔ سارا مسئلہ جہادی، سیاسی اسلام سے نمٹنے کا ہے۔ اسلام کو موم کی ناک بنا کر نکیل مغرب کے ہاتھ تھما دینے کا ہے۔ انہی کے مقالوں میں یہ بھی درج تھا کہ مدارس، اسلامی یونیورسٹیاں اور ان میں (بالخصوص پاکستان میں) زیر تعلیم طلبہ کی بہت بڑی تعداد ان کے لیے باعث تشویش ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مختلف قسم کے حربے استعمال کرنا پیش نظر تھا۔ یہ تذکرہ بھی موجود تھا کہ امریکی ایجنسیوں کے اہلکار (عرب دنیا میں) اخوان المسلمین سے ملتے رہے اور ادھر دیوبندی حلقوں کے بیچ بھی راہ تلاش کی۔ پاکستان میں مدارس پر ہمہ نوع یلغار، ترغیب، ترہیب، دباؤ گھیراؤ نوعیت کے سبھی حربے جاری وساری ہیں۔ اسی میں ''اسلام کا چہرہ بدلنے'' کی جس خواہش کا اظہار کیا گیا تھا، وہ عزم بن کر پوری دنیا پر ٹوٹ پڑی۔ فکری نظریاتی سطح پر ''مدرسہ ڈسکورس'' کے عنوان سے ورکشاپوں کی رپورٹیں شائع ہوتی رہیں۔ پہلی مرتبہ پڑھتے ہی ماتھا ٹھنکا تھا۔ پہلے ورکشاپ نیپال، کھٹمنڈو میں ہوئی۔ بعدازاں سات روزہ ورکشاپ دوحا، قطر میں منعقد ہوئی جس میں 45 (مدارس کے) طالب علم اور طالبات کی شرکت ہوئی۔ نیٹ پر موجود تصاویر میں ایک میز کے گرد نوجوان مرد وزن (باحجاب بھی اور کھلے سر بے حجاب بھی)، مدارس کے ماحول سے یکسر مختلف ''مدرسہ مباحثہ'' (یعنی ڈسکورس)، اظہار خیال، باہم گفتگو جاری وساری ہے۔ تصاویر میں مرد وزن شانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بشانہ! مباحثہ کیا ہے، ہمیشہ سے طے شدہ مسائل سوالات کی توپ سے داغے جا رہے ہیں۔ اسلام کو کٹہرے میں کھڑا کر کے، متفق علیہ مسائل از سر نو عقل کی سان

چڑھا کر وہ جوابات مانگے جا رہے ہیں جو اہل مغرب کو پسند آ جائیں۔ ان کے لیے قابل قبول ہوں! اخباری کالموں کے ذریعے ناپختہ اذہان میں بہت سے سوالات کے کانٹے چبھو کر چھوڑ دینا طے شدہ ایجنڈوں کا حصہ ہے۔ انتشار فکری کے لیے۔

یہ پراجیکٹ یونیورسٹی آف نوٹرے ڈیم (انڈیانا) کا تھا۔ امریکا کی یہ یونیورسٹی کیتھولک عیسائی عقیدے کے زیر اثر ہے۔ ''مدرسہ ڈسکورس'' ہو یا بذریعہ نصاب ہائے تعلیم ہماری عصری تعلیم کی پوری فکری ہیئت کا بدل دیا جانا، یا میڈیا کے ذریعے ثقافتی یلغار، پس پردہ وہی ''روشن خیالی'' کارفرما ہے۔ یہ وہی مذہب سے چھٹکارے کی منزلیں ہیں جو یورپ میں ''اصلاح مذہب'' (Reformation) کے نام پر شروع ہوئیں۔ ردعیسائیت سے ہوتی ہوئی بظاہر ''نشاۃ ثانیہ۔ حیات نو'' پر منتج ہوئی۔ لیکن یہ نئی زندگی روحانیت کی موت تھی۔ مذہب، خدا، رسالت، غیب، آخرت جیسے تمام عقائد سے جان چھڑا لی گئی۔ آگے چل کر انہی افکار کی کوکھ سے سیکولر، لبرلزم یعنی ''مذہب لامذہبیت'' نے جنم لیا۔ جدید سائنس کی بنیاد پر تنویریت (روشن خیالی) کے مفکرین نے مذہب سے بغاوت کر ڈالی۔ فکر و فلسفے کی ٹامک ٹوئیاں مارتے، حضرت آدمؑ کا انکار کرنے کے نتیجے میں تخلیق کی نئی کہانی کی تلاش میں نکلے۔ ڈارون جنگل سے بیبون (بن مانس) ڈھونڈ لایا، اور خود سے مماثلث کی بنیاد پر ارتقاء کی درفنطنی چھوڑی۔ (ڈارون اصلاً عیسائی تھا۔ نہ رہا) اسی تسلسل میں انسانی نفسیات کی تفہیم یہودی الاصل فرائڈ نے اپنی بہکی بھٹکی انکار خدا پر مبنی ژولیدہ فکری سے کی۔ وہ جو خود ڈپریشن کا مریض تھا پیچھے ایک الجھی بکھری نفسیات ٹامک ٹوئیوں کی بنیاد پر چھوڑ گیا۔ (خود یہودی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔نہ رہا) یہ ایک طویل داستان ہے تین صدیوں پر محیط جس کے نتیجے میں آج مغرب جس حال میں ہے، اقبال اسے بیان کر چکے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم وپیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا

سو عجب ملغوبہ فکری سطح پر مغرب میں ملے گا۔ایک طرف کیتھولک عیسائیت بھی ہوگی، سینٹ پال کے گنجلک عقیدوں والی۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سیکولرم لبرلزم بھی پائی جائے گی۔ Agnostic ہوں گے۔ یعنی خدا کے انکار واقرار کے درمیان کھوئے گئے۔ شاید ہے، شاید نہیں۔ ایسے میں مذکورہ (نظریاتی) یونیورسٹی کا یہ پراجیکٹ جدیدیت، جدت پسندی پر بحث مباحثہ اور تبادلۂ خیالات کے لیے ورکشاپس سپانسر کر رہا ہے۔ ہدف جنوبی ایشیا کے مدارس کے طلبہ/ طالبات ہیں۔ مقصود مدارس کی سطح پر اصلاح مذہب کی وہی تحریک اٹھانی ہے۔

اسلام پر سوالات اٹھانا:

''اصلاح اسلامیت'' جو بالآخر تشکیک کے مراحل سے دوچار کر کے بالآخر عیاذاً باللہ ''رد اسلامیت'' تک لے جائی جا سکے خود اپنے ماننے والوں کے ہاتھوں۔ جس طرح کٹر عیسائی خاندان کے ڈارون اور کٹر یہودی خاندان کے فرائڈ نے کیا! مقصد بظاہر نہایت بے ضرر پیش کیا گیا ہے۔ ''مسائل پر آزادانہ غور وفکر اور دور جدید کے تقاضوں کے مطابق ان کا حل پیش کرنا۔'' اگرچہ پیش کردہ مسائل سبھی حل شدہ، طے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شدہ حقائق ہیں۔ اقبال اس فکر

لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

نیز یہ بھی کہ:

زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصۂ قدیم وجدید!

جس رب کائنات نے یہ دین عطا فرمایا وہ ازل تا ابد کارب ہے۔

وہ زمانوں کا جہانوں کا خدا
خالق ارض وسماء حی و صمد

جس کے دروازے پہ رہتے ہیں کھڑے۔

مثل دربان ازل اور ابد
جس کی رفعت کا ٹھکانہ ہے نہ حد!

(امجد اسلام امجد)

مدرسہ ڈسکورس کے پروفیسر ماہان مرزا فرماتے ہیں۔ ''ہمارا کام سوال اٹھانا (بلکہ یوں کہیے) سوالوں پر اکسانا ہے۔ ان کا (طلبہ کا) کام جواب تلاش کرنا ہے۔ یہ بھی کہ ہم ان کے سامنے براہ راست چیلنجز رکھتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں کہ وہ تعقل کی بنیاد پر، عقلی پیمانوں پر مسائل کو دیکھیں، پرکھیں، سمجھیں۔''

مسائل زیر بحث یاد رہے کہ دینی مسلّمات بھی ہیں۔ اقبال نے کہا تھا۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ وارننگ بھی علامہ اقبال نے دی تھی کہ:

محسوس پہ بنا ہے علوم جدید کی
اس دور میں ہے شیشہ عقائد کا پاش پاش

اور یہ بھی کہ۔ ''عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں۔'' یہ شیرل بنیارڈ (خلیل زاد زملے کی یہودی بیوی، ماڈریٹ اسلام کی چیمپئن) والی حریت فکر ہمیں راس نہیں آسکتی۔ ہم اللہ کے کھونٹے سے بندھے گھوڑے ہیں۔

ردنظریات کو دوبارہ اٹھانا؟

نوجوان کالم نگار جو اس مدرسہ ڈسکورس کا حصہ بنے اور ورکشاپ کور پورٹ کرتے آرہے تھے، قطر حصہ دوئم میں ٹھیک ٹھاک الجھ گئے۔ نازک ترین مسائل پر اپنے پروفیسر ہامان مرزا کے اکسائے سوال داغے چلے گئے۔ تمام طے شدہ، حل شدہ ایشوز کو ازسرنو اٹھا کر نئے جوابوں کے طلب گار ہونا؟ یونیورسٹی آف نوٹرے ڈیم کے من چاہے جوابوں کی تلاش ہے؟ ورنہ ان سوالات کا کیا محل ہے۔ ملا عمر بہ اندازِ دگر سبھی سوالوں کے جواب افغانستان میں دے بھی تو چکے ہیں! امارت اسلامیہ کی صورت نفاذ شریعت ہو چکا تھا۔ (مغرب کو بات سمجھنے میں جو دشواری تھی، وہ سترہ سالہ جنگ میں طالبان نے کماحقہ دور کردی ہے اسی لیے اب آپ کے ممدوحین میز پر طالبان کے ساتھ آ بیٹھے ہیں) مثلاً یہ سوال کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اہم حکومتی مناصب اور ذمہ داریاں تفویض کی جاسکتی ہیں؟ قادیانیوں کی قانونی حیثیت؟ ڈارون کا نظریۂ ارتقاء بارے لکھتے ہیں کہ ''نظریۂ ارتقاء اور اس جیسے دیگر سائنسی وفکری مسائل پر غور وفکر اور ریسرچ کے لیے وقت اور سرمایہ دونوں درکار ہیں''۔ قبل ازیں یہ کہ مدارس اور علماء کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دائرہ کار محدود اور وسائل بہت کم ہیں، اتنے محدود وسائل کے ساتھ اپنا وجود برقرار رکھنا اور معاشرے کو دینی رہنمائی فراہم کرتے رہنا ہی بڑی بات ہے۔

حالانکہ ڈارون کا نظریۂ ارتقاء نہ وسائل کا طلب گار ہے نہ ریسرچ کا۔ (اصحاب صفہ کے وارثوں کو مالی وسائل درکار نہیں ہوتے۔ یہ فائیو اسٹار ورکشاپوں کی چکاچوند زاویۂ نگاہ بدل دیتی ہے۔) راقمہ نے اسی مضمون (حیاتیات) میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ یہ سائنسی بنیادوں پر رد، مردود نظریہ ہے۔ اتنی فلسفیانہ ٹامک ٹوئیاں مارنے میں مغرب اپنا کافی پیسہ اور وسائل کھپا کر منہ بسورے آگے چل دیا ہے۔ امریکا کے تو پادری (جن کے پاس نہ وہ کتاب ہے جس کی بنیاد۔ لاریب فیہ ہے اور نہ ہی اپنے باپ آدمؑ کی مکمل کہانی جس کے وارث ہم ہیں!) بھی اپنے زیر اثر علاقوں میں ڈارون کا نظریۂ ارتقاء پڑھانے نہیں دیتے! لیکن مسلمان بچوں کی بربادی کے لیے پورے پاکستان کی کتابوں میں یہ بھر دیا ہے۔

کسوٹی سائنس نہیں: قرآن ہے

آپ 21 ویں صدی میں علماء کے محدود وسائل اور دائرہ کار کی تنگی کا لا حاصل تذکرہ فرما رہے ہیں۔ دنیا ڈارون سے بہت آگے جا چکی! اب تو وہ دیوانگی کی اس حد پر پہنچ چکے جہاں خود اپنے باپ کے نام سے وہ واقف نہیں۔ جد امجد کی تلاش میں جانے کی فکر کہاں باقی رہ گئی۔ یہ آپ کو الجھانے کا سامان ہے۔ بیکار مباش کچھ کیا کر، کے مصداق مردہ نظریہ ارتقاء ادھیڑ کر آپ کے ہاتھ تھما دیا اور 45 طلباء، طالبات نے قبول بھی کر لیا؟ خریداری کرتے وقت مال دیکھا تو جانا چاہیے۔ یہ سائنسی لنڈا بازار کا بندر کی جوؤں بھرا نظریہ، کیا ہم ان سے لے کر مدارس کے طلباء کے پاکیزہ دماغوں میں بھس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھریں گے؟ اس پراجیکٹ کی دیگ کے چند دانے ہی اس کے حقیقی ذائقے کا پتا دینے کے لیے کافی ہیں۔ سائنسی حوالے سے تشکیک بھرے سوالات ڈسکورسی کالموں میں سامنے آئے تو شدید اذیت کا شکار رہی۔ منتظر رہی کہ یا ایسے کالموں کی اشاعت بند ہو یا اہل علم اس پر لکھیں کہ جو قرآن میں سات آسمانوں کے تذکرے کو سائنسی نقطۂ نگاہ سے چیلنج کر گزرے! یا بقول ہامان مرزا کے سوالوں پر ابھارے۔ اکسائے۔ اصلاً تو مسئلہ یہ ہے کہ سائنس پیمانہ یا کسوٹی نہیں ہے جس پر اسلام یا قرآن کو پرکھا جائے۔ قرآن کسوٹی ہے (Criterian، الفرقان) جس پر سائنس پرکھی جائے گی۔

بے چشمۂ حیوان ظلمات

سائنسی نظریات تو اپنے ارتقائی دور میں مسلسل رد ہو ہو کر آگے بڑھے ہیں۔ سائنس کا رعب ہمیں نہ دیں۔ دنیا سائنس کی حکمرانی کے تابع ہوتی تو سائنسی خدا (منہ کے بل گر کے ھواللہ احد کہتے!) افغانستان میں امریکی، سائنسی شوکت و ہیبت کے یہ بت یوں زیر اور ڈھیر نہ ہوئے ہوتے۔ بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی بازآ! لوٹ آیئے اپنے عظیم ترین سرمائے کی طرف جس کے آگے دنیا کے سارے ''وسائل'' ذہانتیں، صلاحیتیں، نام نہاد علمیت زیرو ہے، صفر ہے۔ قرآن عظیم اور سات بار بار دہرائی جانے والی آیات (الفاتحہ۔) انہیں چھوڑ کر آپ (دن میں کم و بیش 32 مرتبہ مغضوب و ضالین کی راہوں سے پناہ مانگنے کے باوجود) انہی کوچوں میں خود مارے مارے پھر رہے ہیں، لنڈے کے علم کی بھیک مانگ رہے ہیں؟ مغضوب اور ضالین کی تشریح کیا نبی مکرم حضرت عدی بن حاتمؓ کو پڑھا کر مجھ آپ تک پہنچا نہیں چکے۔ یہود و نصاریٰ سے تشکیک اور گمراہی کی خریداری؟ وہاں کی یونیورسٹیوں سے مرعوبیت آج کے نوجوان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رگ رگ میں اتاری گئی ہے۔ہم سے پوچھیے۔

عذاب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیلؑ

اللہ نے لا الہ الا اللہ، کہنے پر ظلمات سے نکال کر قرآن اور ایمان بالرسالت کی روشنی ہمیں عطا کی تھی۔ازسرنو ظلمتوں کے سفر پر کوئی کیوں نکل کھڑا ہو؟ کیونکہ:

مغرب میں بہت روشنی علم وہنر ہے

حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات ان کی یونیورسٹیوں میں معلومات فنون اور ہنر کے ڈھیر لگے ہیں لیکن اخلاقیات اور انسانیت کا جنازہ نکل چکا ہے۔صرف آکسفورڈ یونیورسٹی سے حصول علم کا حال سنیے۔ایک رپورٹ ماضی قریب میں شائع ہوئی تھی کہ تعلیمی اخراجات بہت زیادہ ہونے کی بنا پر طالبات کی اچھی خاصی تعداد بچی کچھی عصمت کی سوداگری کے ذریعے ٹیوشن فیس ادا کرتی ہے۔مغرب ہر سطح پر موت کے گھاٹ اتر چکا ہے۔معاشرتی سطح پر خاندانی نظام تباہ ہو چکا۔سب رشتے ختم ہو گئے۔والدین، اولاد، بہن بھائی، زوجین کچھ بھی تو باقی نہ بچا۔فرد جیتے جی تنہائی کی قبر میں اتر گیا! معاشی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام، خون چوس، ٹیکس نچوڑ نظام کی اذیت سمجھنے کے لیے خود ان کے ہاں سے جو وال اسٹریٹ تحریک 99 فیصد بمقابلہ ایک فیصد کا احتجاج لے کر اٹھی اور دبا دی گئی تھی۔بہت کافی ہے۔

عوام الناس کے خون پسینے کی کمائی، کولہو کے بیل کی طرح استحصالی نظام میں جوت کر جس طرح جنگوں میں کھربوں ڈالر کی صورت لٹائی گئی۔کس ذی ہوش سے پوشیدہ ہے۔سیاسی سطح پر اتنی ہی مہنگی جمہوریت اربوں ڈالر جھونک کر جو حکمران لائی۔اس کا نام ٹرمپ ہے، جس پر اب وہ خود بھی سر پکڑے بیٹھے ہیں! اخلاقی سطح پر بحر مردار کا تعفن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سڑاندان کے معاشرے سے اٹھ اٹھ کر انسانوں کا جینا دوبھر کر رہا ہے۔ صرف ''می ٹو تحریک'' ہی پہلے خواتین اور پھر مردوں کی سطح پر اٹھ کر انسانیت کو شرمسار کیے دے رہی ہے۔ ذرائع ابلاغ کے توسط سے پوری دنیا میں جھوٹ، دجل، بے حیائی کا پھیلاؤ مزید ہے۔

علاج اس کا

عالمی سطح پر ان چوہدریوں نے انسانیت پر جو قیامتیں ڈھائی ہیں۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ۔ برما، کشمیر تا غزہ، عراق، افغانستان تا شام! ہروشیما، ناگاساکی سے بھی بڑھ کر موت کی سوداگری یوں کی ہے کہ دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ۔ شہداء کے پاکیزہ اجسام پر غلاظت کرنے والے، کم عمر بچوں کو افغانستان میں شہید کر کے ان کی انگلیاں کاٹ کر دوستوں کو یادگار کے طور پر بھجوانے والے۔ ابوغریب، گوانتاناموبا عقوبت خانوں کے جال پوری دنیا میں بچھانے اور انہیں بطور صنعت مسلم ممالک میں فنڈ کرنے والے۔ آپ کون سی ''ریسرچ'' کے آسمانوں پر تھگلیاں لگانے چلے ہیں ہلاکو خان کو شرما دینے والوں کے ہاں؟ آپ کے دنیا میں آنے سے بہت پہلے اقبال پرکھ چکے۔ قرآن اور بعد ازاں بحر علوم مغرب میں شناوری کے بعد۔

تیرے محیط میں کہیں گوہر زندگی نہیں
ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف

اس سے پھر بھی دھوکا کھانے والوں کا علاج بھی بتا چکے۔

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوسارے ڈسکورس چھوڑ کر۔قرآن میں ہوغوطہ زن اے مردمسلمان، اللہ کرے تجھ کوعطا جرات کردار.....

کیا کیجیے کہ اس فکری گمراہی پر کلام اقبال ہر آن نوک قلم سے ٹپک ٹپک جاتا ہے۔ اٹھائے نکات اس لائق نہیں محسوس ہوئے کہ ان کا رد کیا جائے۔اب نظریہ ارتقاء جیسے رطب ویابس پر تین حرف بھیجنے کے سوا ہے بھی کیا۔ کیونکہ یہ انکار نبوت ہے۔ انکار قرآن ہے۔حضرت آدمؑ اور تخلیق آدمؑ کا انکار۔اس کے بعد دامن میں بچا کیا جس پر علم وفضل کی عمارت اٹھائی جائے۔ایوب خان دور کے ڈاکٹر فضل الرحمن (یاد رہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمن خود مدرسے سے پڑھے تھے۔ والد امام مسجد تھے۔شکاگو سے تعلیم لے کر گمراہی میں پڑ گئے۔ بیٹا عیسائی مبلغ بن گیا۔ پناہ بخدا) اور دورِ حاضر کے وحیدالدین خان اور غامدی، ایک ہی فکر یتسلسل ہے۔سومشتری ہوشیار باش!

یہ ضروری ہے کہ فکری گمراہی کا جواب یکجا کر کے علمائے کرام نوجوانوں کی رہنمائی کا سامان کردیں۔ اب تو بے شمار بڑے بڑے مغربی سائنس دان، انجینئر، ڈاکٹر ایمان لاکر بہت کچھ لکھ چکے۔صحافی ایوان ریڈلی کے انٹرویو اور تحریریں ملاحظہ فرمالیجئے۔ ڈاکٹر موریس بکائے، فرانسیسی سرجن اور ڈاکٹر کیتھ مور (علم الجنین) جیسے ماہرین سے اسلام پڑھ لیں۔ انگریزی میں قرآن کے پہلے مترجم (جو چرچل کے دوست بھی رہے) محمد مارماڈیوک پکتھال کو پڑھ لیں۔سیاہ فام امریکی نومسلم جنہیں شہید کیا گیا (فرنگ ان کی نواؤں کی تاب نہ لاسکا تھا) میلکم ایکس سے اسلام سیکھ لیں۔ہمارے مدارس کے یکسو اور پاکیزہ فکر نوجوان کو الجھانے کا ''فرض'' نہ نبھائیں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آصف محمود

نوٹرے ڈیم یونیورسٹی کا مدرسہ ڈسکورسز

مدرسہ ڈسکورسز کے نام پر جاری فکری مشقِ ستم کا حاصل ایک بنیادی سوال ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے تہذیبی اداروں کی فکری تشکیل نو، کیا اب نوٹرے ڈیم یونیورسٹی کی سرپرستی میں ہوگی؟ وہ یونیورسٹی جس کا تعارف محض مسیحی یونیورسٹی ہونا نہیں بلکہ کیتھولک کی فرقہ وارانہ شناخت بھی جس کے ہمراہ ہے؟ فکر کی دنیا میں جمود کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اداروں کی تشکیل نو بھی ایک فطری عمل ہے اور ضرورت محسوس ہو تو اس کا انکار نہیں کیا جانا چاہیے۔ شعورِ انسانی بھی مشترکہ انسانی ورثہ ہے اور علم کی دنیا میں کسی غیر ملکی یونیورسٹی سے اشتراک کار بھی کوئی عیب کی بات نہیں۔ لیکن فقیہانِ عصر کے 'مدرسہ ڈسکورسز' کا معاملہ الگ ہے اور خاصا سنگین ہے۔ اس واردات سے محض اس لیے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مدارس کا معاملہ ہے اور ہم اہل مدرسہ نہیں۔ سچ یہ ہے کہ یہ محض مدارس کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ ہماری تہذیبی روایت کا مسئلہ ہے۔ تہذیبی روایت اور شناخت کے بارے میں حساسیت ایک فطری عمل ہے۔ اس حساسیت کی نفی میں کسی کی یہ دلیل کافی نہیں کہ یہ ''ہمارا'' مسئلہ ہے اور ہمارے ''جملہ حقوق محفوظ'' ہیں۔ جس تہذیب میں 'فری لنچ' کا کوئی تصور نہیں اس تہذیب کی ایک نمایاں کیتھولک مسیحی یونیورسٹی کی آخر ہمارے مدارس میں کیا دلچسپی ہے؟ مدارس کی فکر میں وہ کون سی اصلاح ہے جو حضرت مولانا سرفراز خان صفدر جیسے اکابرین کر سکے نہ مولانا زاہد الراشدی جیسے صاحب علم اور اب ایک کیتھولک مسیحی یونیورسٹی کو فکری تشکیل نو کا بھاری پتھر اٹھانا پڑ رہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ ہمارے تہذیبی اداروں کی کیسی تشکیل نو ہے جس کا خیال ہمارے اکابرین کو تو نہ آیا مگر ایک کیتھولک مسیحی یونیورسٹی اس 'نیک کام' کے لیے بے قرار ہوگئی؟ مولانا سرفراز خان صفدر کوئی معمولی شخصیت نہ تھے۔ خود مولانا زاہد الراشدی کی علمی وفکری وجاہت بھی مسلمہ ہے۔ ان کی فکری مسند بھی موجود ہے اور میراث بھی۔ حلقہ اثر بھی معمولی نہیں اور الشریعہ کی شکل میں ایک معتبر جریدہ بھی موجود ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ فکر کی تشکیل نو کے لیے یہ شخصیات خود سامنے نہیں آئیں اور نوٹرے ڈیم یونیورسٹی کو یہ کام کرنا پڑا۔ یہ کام اگر ضروری تھا تو ہمارے اپنے اکابرین نے کیوں نہیں کیا؟ ان کے پاس وسائل بھی تھے، حلقہ اثر بھی تھا اور علمی وجاہت بھی۔ کیا ہی اچھا ہوتا یہ کام ہمارے اکابرین خود کرتے۔ علم کی دنیا میں غیر ملکی جامعات سے اشتراک کار میں کوئی برائی نہیں۔ لیکن مدارس کا معاملہ الگ ہے۔ نوٹرے ڈیم یونیورسٹی کی اس معاملے میں دلچسپی سوالات پیدا کر رہی ہے کیونکہ مدرسہ مسلم تہذیب کا معاملہ ہے۔ مغرب اداروں کی سرپرستی میں اس قماش کے جتنے منصوبے بھی سامنے آئے ان کا بنیادی ہدف 'ویسٹرنائزیشن آف مسلم سوسائٹیز' رہا۔ یہ سوال پیدا ہونا فطری امر ہے کہ اب کیا مدارس کی 'ویسٹرنائزیشن' کا عمل شروع ہو چکا ہے؟ کیا ایک نیا رجحان سامنے آ رہا ہے؟ مغرب نے مسلم سماج کی فکری سمت پر اثر انداز ہونے کے لیے این جی اوز پر بہت سرمایہ کاری کی لیکن یہ مطلوبہ نتائج مہیا نہ کر سکی۔ ان کی حرکتوں سے ایک ردعمل پیدا ہوا۔ تو کیا اب براہ راست مذہبی طبقے پر سرمایہ کاری کی جا رہی ہے اور کیا اب اسلامی این جی اوز متعارف کرائی جا رہی ہیں تا کہ براہ راست معاملہ کیا جائے؟ ہم جیسے لوگ سوال اٹھائیں تو جواب آئے: ہمارے مدرسہ ڈسکورسز پر اہل مدرسہ کو تو کچھ تشویش نہیں، آپ کو اتنی تکلیف کیوں ہے؟ اہلِ مذہب کے تضادات بھی نمایاں ہیں۔ پاکستان کی حکومت کو تو یہ حق نہیں دیا جاتا وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدارس یا اس سے متصل نظام کے بارے میں کوئی مداخلت کرے لیکن ایک کیتھولک مسیحی ادارے کو یہ مکمل آزادی ہے کہ اس کے پاس اگر وسائل موجود ہیں تو 'مدرسہ ڈسکورسز' پورے جذبہ مجتہدانہ کے ساتھ آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ مذہبی حلقوں کی باہم محبت کا یہ عالم ہے کہ ہر مکتب فکر کا اپنا مدرسہ بورڈ ہے، یہ مل کر ایک امتحان تک نہیں لے سکتے، لیکن دوسری طرف وارفتگی کا عالم یہ ہے کہ ایک کیتھولک مسیحی ادارے کے ڈسکورسز پر یہ جی جان سے فدا ہیں۔ ایک عام نوجوان کو دارالاسلام اور دارالحرب کی بحثوں میں الجھایا جاتا ہے، حکومت کا ہر اقدام مغربی سازش قرار دے کر رد کیا جاتا ہے، ہر حکومت یہود و نصاریٰ کی ایجنٹ قرار پاتی ہے، غریبوں کے بچوں کو فاقے کے فضائل یاد کرائے جاتے ہیں لیکن اکابرین کو جب موقع ملتا ہے یہ مغرب اور اس کے اداروں کے ساتھ اشتراک عمل کر لیتے ہیں۔ اس تضاد کو کیا نام دیا جائے؟ اس میں کسی مکتب فکر کی کوئی تخصیص نہیں۔ مغرب کو جی بھر کر گالیاں دینے کے بعد جس جس مذہبی رہنما کو مغرب کے ساتھ باہمی دلچسپی کے امور طے کرنے کا موقع ملا اس نے کسی نہ کسی مغربی ادارے سے اشتراک کیا تاکہ پورے سکون کے ساتھ علم کی تشکیل نو فرمائی جا سکے۔ جس حکومت کو پاکستان میں طاغوت کہا جاتا رہا ان حکومتوں میں اہم اداروں کی سربراہی بھی لے لی جاتی ہے۔ مشرف کی حکومت بھلے سے مغرب کی آلہ کار ہو لیکن پرویز الٰہی اگر لاہور میں ایک ادارہ بنا دیتے ہیں تو جید علمائے کرام اس کی سربراہی قبول کرنے میں بدمزہ نہیں ہوتے۔ حکومت کو اپنے معاملات میں مداخلت کا حق نہیں دینا لیکن حکومتی منصب سے یوں ہم آغوش رہنا ہے کہ کبھی کوئی ان منصب پر تنقید کر لے یا اتنا ہی پوچھ لے کہ قبلہ آپ کی ریٹائرمنٹ کا چاند کب طلوع ہونا ہے تو حضرات بد مزہ ہو کر جواب الجواب میں دیوان لکھ دیتے ہیں۔ ہم این جی اوز کو روتے تھے کہ کتنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

این جی اوز ہیں، کہاں کہاں سے فنڈ آ رہا ہے، ایجنڈا کیا ہے، فنڈ کہاں استعمال ہو رہا ہے اب مغرب نے مذہبی این جی اوز متعارف کروا دی ہیں۔ اب کیتھولک مسیحی یونیورسٹی پاکستان کے مدارس کی فکری تشکیل نو فرمائے گی۔ ابن انشاء نے شاید درست ہی کہا تھا: ''معلوم ہمیں سب قیس میاں کا قصہ بھی سب ایک سے ہیں، یہ رانجھا بھی، یہ انشاء بھی فرہاد بھی جو اک نہر سی کھود کے لایا ہے سب مایا ہے'' (روزنامہ 92 نیوز لاہور، 20 جولائی 2019ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفتی محمد اللہ قیصر قاسمی [1]

مدرسہ ڈسکورسز کیوں قبول نہیں؟

آج کل کسی بات کو بے وزن کرنے کیلئے یہ کہنا کافی ہوگیا ہے کہ وہ "مذہبی روایت" کے مطابق ہے، ویسے مذہب کی بات مذہبی روایات واصول پر ہی مبنی ہونی چاہئے، لیکن یہ دانشوری کی ہوا بھی بڑی کمال کی چیز ہے، جس کو لگ جائے انہیں کچھ بھی کہنے کی "ڈگری" مل جاتی ہے، یہ چاہتے ہیں کہ بات مذہبی ہو لیکن اصول فزکس اور کیمسٹری کے ہوں۔

بہر حال دینی امور میں غیروں کی فکر سے اجتناب کی نصیحت پر وہی پرانا اعتراض دہرایا جارہا ہے کہ "اگر غیروں کی فکر پر اعتراض ہے تو جدید ٹکنالوجی کے استعمال پر کیوں نہیں؟" اعتراض کرنے والے اتنا تو سمجھنے ہی ہوں گے کہ ٹکنالوجی کے استعمال سے عقیدہ اور فکر پر کوئی اثر پڑنے والا نہیں، (ہاں اگر مغربی مصنوعات میں سے کوئی چیز اسلامی اصول سے متصادم ہے تو اس سے بھی بچنے کی تلقین کی جاتی ہے، اور علماء اس کے حرام ہونے کا فتویٰ جاری کرتے ہیں، جبکہ دیگر علوم سے افکار کا متاثر ہونا بہت عام ہے، یہ خوف اس وقت مستزاد ہوجاتا ہے جب کسی علمی وفکری ادارے یا تحریک کی باگ ڈور مخالف عقائد کے حاملین کے ہاتھ میں ہو۔

اللہ نے کفار ومشرکین کو مسجد کی تولیت سے بھی روک دیا، **ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ** الخ، وجہ ہے کہ یہ توحید کے کھلے منکر ہیں، اور ظاہر ہے کہ

---

[1] بھارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توحید کا منکر وہ سب نہیں کرسکتا جو توحید کا تقاضا ہے، بلکہ ہمیشہ اس کی خواہش ہوگی کہ اس کی زیر نگرانی مسجد سے متعلق تمام امور میں اس کے عقیدے کا عمل دخل ہو، اور دھیرے دھیرے وہاں اپنی فکر مسلط کرنے کی کوشش کرے گا، اور واقع میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ تولیت مساجد کی ممانعت کو ذرا وسیع کر کے دیکھیں تو اس میں یہ بھی شامل ہوگا کہ دین سے متعلق اداروں کو اعداء دین کی دیکھ ریکھ میں دینا بھی ممنوع ہوگا، ورنہ مدارس اسلامیہ میں کسی "رام سنگھ" یا "جگند ربھنڈاری" کو مہتمم بنانا بھی صحیح ہو جائے گا؟ اور آر ایس ایس کی تنظیم "مسلم سنگھٹن" کی مخالفت کیلئے کوئی وجہ جواز نہیں رہے گا۔

بات بہت سیدھی ہے، دنیا میں وجود پانے والی کوئی فکر وفن اگر اسلام کے بنیادی اصول سے متصادم نہ ہو تو اسے اپنانے میں کوئی حرج نہیں اور اس کے برعکس اگر متصادم ہو، ایمان وعقیدہ پر زد پڑنے کا خوف ہو تو اس سے اجتناب کیا جائے، تو کسی چیز کے صحت وسقم کو پرکھنے کے لیے پیمانہ اسلامی اصول ہیں، نہ کہ محض عقل، ایسا اعتراض کرنے والوں سے پہلی غلطی تو یہ ہوتی ہے کہ فکر وفلسفہ کو مادہ پر قیاس کر لیتے ہیں، دوسرے علماء کی جانب سے ہونے والے نکیر کے سبب پر غور نہیں کرتے، لوگوں کی نظر میں فقط "مغرب کی طرف نسبت" وجہ نکیر ہے، جبکہ علماء کے یہاں سبب ہے اسلامی عقائد وفکر کے لئے مضر یا اس سے متصادم ہونا۔ کوئی فکر، فلسفہ، نظریہ، حتی کہ مادی مصنوعات اگر اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں گی تو اس پر علماء بلاخوف لومۃ لائم نکیر کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے، چاہے دنیا جتنا طنز کرے، مذاق اڑائے، کچھ بھی کرے۔

پاکستانی یا چینی حکومت اپنی نگرانی میں اگر ہندستانی تاریخ، تہذیب وثقافت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خارجہ وداخلہ پالیسی پر مطالعہ کیلئے ہندستان میں کوئی ادارہ قائم کرنا چاہے، اور ہندستان میں اس کا ذمہ دار ایسے شخص کو بنائے جس کے متعلق جگ ظاہر ہو کہ اس کی رائے اکثر ہندستان کی پالیسیوں کے مخالف ہوتی ہے، تو کیا حکومت ہند پاکستان کو اہلاً وسہلاً کہتے ہوئے اپنا خیر خواہ تسلیم کر لے گی؟ اور اسے اجازت دے دے گی کہ آیئے اور ہماری سرزمین پر اپنی تحریک چلایئے؟ امید ہے کہ جواب آپ کو بھی معلوم ہوگا۔

رہی بات کہ غامدی اور عمار صاحبان وسیع المطالعہ ہیں تو صرف وسیع المطالعہ ہونا کوئی معیار نہیں ہے کہ وہ جو کریں سب صحیح، یہود ونصاری میں بھی بڑے علم والے مل جائیں گے، دیکھنا تو یہ ہے کہ علم کے ساتھ دین سے اس شخص کا (ظاہری) تعلق کیسا ہے (باطن کا حال صرف اللہ جانتا ہے)، اور دینی تعلیمات سے متعلق اس کی آراء دینی اصول کے موافق ہے یا مخالف؟

پلورل ازم (Pluralism) پر بہت سادگی سے لوگ کہہ رہے ہیں کہ "یہ تو انہوں نے اپنے اعتبار سے لکھا ہے" ورنہ یہاں ایسا کچھ ہوتا نہیں، تو واضح رہے کہ ان ذمہ داران میں سے کئی ایک کا نظریہ پہلے سے ہی یہ ہے کہ تمام اہل کتاب مؤمن ہیں، اور فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ میں سبھی کو ایمان وکفر میں اختیار دیا گیا ہے، یعنی پلورلزم کی زمین تیار ہے بس کچھ فارغین مدارس کے ذہن میں ٹھونس کر لوگوں تک اسے پہنچانا باقی ہے، اور جب لگام ان کے ہاتھ میں ہے تو وہ پڑھائیں گے بھی اپنے ہی اعتبار سے، اور یہ جو اوپن ماحول والی بات کہی جارہی ہے کہ وہاں بہت کھلے ماحول میں سوال وجواب کا موقع ملتا ہے جس سے فکری افق وسیع ہوتا ہے، تو دنیا جانتی ہے کہ کسی کو اپنا ہم خیال بنانے کے لیے بہت اوپن ماحول دینا ہی پڑے گا، جہاں کھل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سوال جواب ہو، لیکن آخر میں فیصلہ وہی ہوگا جو وہ چاہتے ہیں۔ اس سفر میں منزل وہی ہوگی جو انہوں نے طے کی ہوگی، کیونکہ باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے،، جو نہیں مانیں گے ان کو کسی نہ کسی بہانے نکال باہر کیا جائے گا۔

سرسید کی بحث یہاں نہیں چھیڑنی چاہیے۔ پاکستانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ ملک وقوم کی ترقی جدید ٹکنالوجی میں ترقی پر موقوف ہے، سرسید نے ٹکنالوجی یا طب کی تعلیم شروع نہیں کی۔ فزکس، کیمسٹری، بایولوجی کی تعلیم علی گڑھ کے قیام کے دہائیوں بعد وہاں شروع ہوئی، انہوں نے ''فکری'' علوم، مغربی فکر وفلسفہ، مغربی زبان وادب کی تعلیم سے علی گڑھ کا آغاز کیا، جدید ٹکنالوجی کی تعلیم سے نہیں، حالی نے تنقید کرتے ہوئے کہا تھا" حالی اب آؤ پیروی مغرب کریں" 1870 میں تہذیب الاخلاق کا پہلا پرچہ شائع ہوا تو سرسید نے اپنی تحریک کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا''، اس پرچہ کے اجراء سے مقصد یہ ہے کہ ہندستان کے مسلمانوں کو کامل درجہ کی سویلائزیشن یعنی تہذیب اختیار کرنے پر آمادہ کیا جائے، تاکہ جس حقارت سے سویلائزڈ یعنی مہذب قومیں ان کو دیکھتی ہیں وہ رفع ہو اور وہ بھی معزز ومہذب قوم کہلائیں" بلکہ کچھ لوگوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ سرسید نے مسلمانوں کے لیے سائنس اور ٹیکنیکل تعلیم کی صراحۃً مخالفت کی تھی اور مسلمانوں کے لیے "اعلی درجہ کی دماغی تعلیم کو سب سے مقدم قرار دیا، یعنی وہ تہذیب وثقافت میں مغرب کی تقلید کو مسلمانوں کیلئے ترقی کی بنیاد سمجھتے تھے، اس لیے انہوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کو چھوڑ کر مغربی فکر وفلسفہ اور ادبیات کو ترجیح دی، اور ہر فکر وفلسفہ کا اپنا خاص اثر ہوتا ہے، جب اسلامی تعلیم سے نا آشنا لوگوں نے پڑھنا شروع کیا تو جو کچھ ہوا، وہ آپ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانتے ہیں دین بیزاروں کی فوج نکلی جن کا کام اسلامی تعلیمات میں شکوک پیدا کرنے کے علاوہ کچھ نہیں تھا، علی گڑھ نے وہی کام کیا جو اس وقت مصر میں روز روز کھلنے والے ''کلیہ الحقوق'' اور امریکی جامعات" میں ہو رہا تھا، ''ملحدین اور دہریوں کی فوج کی تیاری''، اس لیے علماء کا اعتراض اس بنیاد پر نہیں تھا کہ سرسید تعلیمی ترقی کیلئے میدان میں آئے، جیسا کہ سرسید نے خود بھی اپنے خطبات میں اس جھوٹ کو خوب پھیلایا، یہ ایک الزام اور بہتان ہے جو برسوں سے علماء کے سر منڈھا جا رہا ہے، ایک تو سرسید کے نظریات کی مخالفت ہو رہی تھی دوسرے بات یہ تھی کہ مغرب کے فکر وفلسفہ پڑھانے پر نکیر ہو رہی تھی۔ اس جھوٹ کو پھیلانے کا سلسلہ اب بند ہونا چاہیے۔

اور ہمارے سامنے برج کورس کی ایک مثال واضح ہے، برج کورس کے ذمہ دار کا عقیدہ اور ان کی فکر کیا ہے؟ سب جانتے ہیں۔ برج کورس کے متعلق بس اتنا کہوں گا کہ برج کورس والے ہی ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ ہندوؤں کو شبہ اہل کتاب مان لو، شادی بیاہ سب جائز ہو جائے گا تو ملک میں امن وامان پھیلے گا، قیام امن کیلئے اتنی خوبصورت تجویز پیش کرنے والا فتنہ پرور کیسے ہوگا؟ ہے نہ کمال کی بات!

ویسے پہلی بار دیکھنے میں آ رہا ہے کہ" فارغین مدرسہ میں سے ایک طبقہ ایسے لوگوں کو دوست ثابت کرنے پر تلا ہے جنہیں ہم کھلی آنکھوں سے اپنی گردن اتارتے دیکھ رہے ہیں۔ جان ومال کے علاوہ دین پر حملے کے نت نئے طریقے اپنا رہے ہیں، جو کبھی ہمارے سامنے ''نقلی قرآن'' پیش کرتے ہیں، کہیں کسی اسلامی یونیورسٹی کو حکم دیتے ہیں کہ قرآن کی فلاں فلاں آیات کی تعلیم نہیں ہوگی، کسی بھی اسلامی تحریک کو مشتبہ کر کے کچلنے میں ذرا نہیں ہچکچاتے، ساری اسلامی دنیا پر دہشت گردی کا ٹھپہ لگا دیا، حقوق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسانی کے نام پر اسلامی تعلیمات پر حملہ روز کا معمول ہے۔ مسلم دنیا پر ان کی زیادتیوں سے پوری دنیا واقف ہے پھر بھی وہ ہمارے "خیر خواہ" ہیں!

اسلامی کاز کیلئے ضروری ہے کہ کم از کم اس کے ذمہ داران صحیح الفکر اور صحیح العقیدہ ہوں۔ غامدی کی فکر سے ہر کوئی واقف ہے، ابراہیم موسی کو بھی سن چکے ہیں، اور اصل لگام امت اسلامیہ کے ''حقیقی بہی خواہ'' نصاری کے ہاتھ میں ہے، نیز اس کے پروگراموں میں جن موضوعات کو چھیڑا جا رہا ہے، وہ خود اس تحریک سے متعلق شکوک و شبہات کو جنم دے رہے ہیں، ایسے میں اس "عظیم تحریک" سے کسی خیر کی امید لگانا اپنے آپ میں موجب حیرت ہے۔

ہاں اگر اس طرح کی تحریک کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اور ظاہر ہے کہ کسی دینی تحریک کے فوائد سے انکار نہیں کیا جا سکتا، تو اپنے ہاتھ میں لگام رکھتے ہوئے آگے نا کون روک رہا ہے؟

اس تحریک کے انصار و اعوان بھی دروغ گوئی سے کام لے رہے ہیں۔ ناقدین کے اصل اعتراض کو چھپا کر سیدھے طور پر الزام لگا رہے ہیں کہ صاحب یہ ''ملّاؤں'' کا طبقہ تو بس ''تحریکی اور تجدیدی کام'' میں روڑے اٹکانا جانتا ہے۔

اب وہی بتائیں گے کہ سارے ذخیرہ فقہ کو ترک کرنے کا مشورہ، یہود و نصاری سے موالاۃ کی ممانعت والی آیات اور پردہ سے متعلق قرانی احکام کو ترک کرنے کا مشورہ، سلف صالحین کے ذریعہ کی گئی دین کی تمام تشریحات کو کوڑے دان کے حوالہ کر دینے کی تجویز، تراویح کا انکار، مرتد کی سزا پر بلا وجہ بحث اور اس کے علاوہ ان تحریک کے ذمہ داران کے شذوذ و انحرافات ''تجدیدی فکر'' ہے یا تخریبی؟ (بصیرت آن لائن ویب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفتی یاسر ندیم الواجدی[1]

مدرسہ ڈسکورسز نامی پروگرام سے ہوشیار!

آج ہی ایک اشتہار دیکھا کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں یونیورسٹی اورانسٹی ٹیوٹ آف ریلیجس اینڈ سوشل تھاٹ کے اشتراک سے مدرسہ ڈسکورسز انڈیا کا پروگرام منعقد ہورہا ہے۔اس طرح کے پروگرام دن رات منعقد ہوتے ہیں،لیکن جو چیز قابل توجہ تھی، وہ مہمان ذی وقار کا نام تھا: پروفیسر ابراہیم موسی.کلیدی خطاب کے طور پر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کا نام بھی درج تھا۔

میں کل ہی یہ سوچ رہا تھا کہ پاکستان میں غامدی فکر کے ترجمان عمار خان ناصر کے زیر انتظام مدرسہ ڈسکورسز نے اپنے وجود کا احساس دلا کر ابھی تک انڈیا کا رخ کیوں نہیں کیا؟ لیکن افسوس کہ چند گھنٹوں میں ہی یہ انکشاف ہوگیا کہ انڈیا کا نہ صرف یہ کہ رخ ہو چکا ہے، بلکہ پروگرام کے تئیں مذہبی حلقوں میں اعتماد حاصل کرنے کے لیے ایک بڑی علمی شخصیت کو دعوت بھی دے دی گئی ہے۔

مدرسہ ڈسکورسز آخر کیا ہے؟ اس کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس پروگرام کے پیچھے کون سا ادارہ ہے؟ امریکہ کی سب سی بڑی کیتھولک یونیورسٹی نوٹر ڈیم جو امریکی صوبے انڈیانا میں واقع ہے، دراصل اس پروگرام کی محرک ہے۔اس یونیورسٹی کے ایک ذیلی ادارے کے پروفیسر ابراہیم موسی جو اصلا جنوبی افریقہ سے تعلق رکھتے ہیں، مدرسہ ڈسکورسز کے ذمے دار بنائے گئے ہیں۔اس پروگرام کے دوسرے ذمے دار ہیں

---

[1] فاضل دارالعلوم دیوبند، بھارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ماہان مرزا۔ ان دونوں شخصیات کے نظریات پر کچھ کہنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مدرسہ ڈسکورسز نامی اس پروگرام کا مقصد کیا ہے۔ نوٹرڈیم یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر اس پروگرام کا تعارف کراتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ: "اس پروگرام کا مقصد علماء کو پلورلزم، جدید سائنس، اور جدید فلسفہ سے آراستہ کرنا ہے"۔

پلورل ازم (Pluralism) ایک جدید اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے: "یہ نظریہ رکھنا کہ میرا مذہب ہی سچائی کا واحد مصدر نہیں ہے بلکہ حق دیگر مذاہب میں بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح یہ نظریہ رکھنا کہ مختلف مذاہب ایک عالمگیر سچائی کی الگ الگ تعبیرات ہیں"۔ گویا اسلام کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے بلکہ مسیحی اور یہودی مذاہب بھی درست ہیں کیوں کہ وہ حقانیت ہی کی دوسری تشریح ہیں۔ اس نظریے کو جدید ترین اصطلاح میں پرینیلزم بھی کہا جاتا ہے۔ لہذا مدرسہ ڈسکورسز میں فضلائے مدارس کو داخل کر کے یہ تربیت دی جائے گی کہ پلورلزم پر کیسے ایمان لایا جاسکتا ہے اور کیسے یہ جاہلی نظریہ آج کے دور میں ضروری ہے۔

اس پروگرام کے ذمہ داران نے اپنی فیس بک پروفائل پر چند تصاویر نشر کی ہیں۔ سترہ جون کی پوسٹ میں ماہان مرزا ان تصاویر کے ساتھ لکھتے ہیں کہ "مدرسہ پروجیکٹ پر ایک سیمنار کی میزبانی پر خوش ہوں۔ سیمینار میں اس میدان کے عظیم اسکالرز نے ابراہیم موسی کی سرپرستی میں شرکت کی"۔ اب ذرا اس مختصر سے سیمینار میں شریک دو تین شخصیات کے حالات ملاحظہ کیجیے تاکہ آپ کو اندازہ ہو کہ ایک عیسائی یونیورسٹی کو ہمارے مدارس کے فضلاء کے مستقبل کی فکر کیوں ہے؟

1۔ محمد فضل۔ یہ صاحب ایک یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں اور شریعت میں ہم جنس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرستوں کے نکاح کے لیے گنجائش تلاش کرنے کے حوالے سے امریکی مسلم حلقوں میں مشہور ہیں۔

2۔سعدیہ یعقوب: یہ محترمہ ''فتنہ'' نامی مسلم فیمنسٹ گروپ کی شریک بانی ہیں۔ اس گروپ کا فیس بک پیج بھی ہے جس پر وقتاً فوقتاً علماء اور مذہبی حلقوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ گروہ اسلام کی نسوانیت پسند تشریح کے لیے مشہور ہے۔

3۔ماہان مرزا خود بھی ''پروگریسیو مسلم یونین'' نامی تنظیم میں شامل ہیں۔اس تنظیم کے وِکی پیڈیا پیج پر صاف لکھا ہے کہ اس کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ مساجد میں خواتین کی امامت میں اقتداء درست ہے۔ ۲۰۰۵ء میں امینہ ودود نے ایک چرچ میں جمعہ کی امامت کر کے پوری دنیا کے اخبارات کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ یہ تنظیم امینہ ودود کی علی الاعلان حمایت کرتی ہے۔اس تنظیم کے بانی کا نام ہے امید صفی۔

ماہان مرزا اور امید صفی زیتونہ کالج کے مجلّے "رینویٹیو" کے ادارتی بورڈ میں شامل ہیں۔رینویٹیو لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی تجدید کے ہیں۔ یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ نوٹرے ڈیم نے مدرسہ ڈسکورسز والے پیج پر تجدید نامی ایک اردو مجلّے کا لنک بھی دیا ہوا ہے جو یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہوتا ہے اور اس کی ادارت انڈیا کے ڈاکٹر وارث مظہری انجام دیتے ہیں۔معاون ایڈیٹر کے طور پر عمار خان ناصر کا نام ہے جو اس وقت غامدی فکر کے بڑے ترجمان ہیں اور 'المورد' پاکستان کے ذمہ داران میں سے ایک ہیں۔

ماہان مرزا جس زیتونہ کالج سے وابستہ ہیں اس کے ذمہ دار حمزہ یوسف ایک مشہور مقرر ہیں لیکن اپنی زندگی کے مختلف اور متضاد اطوار کے لیے جانے جاتے ہیں۔حال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی میں ٹرمپ انتظامیہ کے مشیر کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا ہے۔ ان کے استاذ عبداللہ بن بیہ ایک مشہور علمی شخصیت ہیں۔ ان کی سرپرستی میں چند ماہ پہلے دبئی میں پلورلزم کے عنوان کے تحت حکومت کی ایماء پر عالمی کانفرنس ہوئی۔ مدرسہ ڈسکورسز کے ڈائریکٹر ابراہیم موسی دبئی کانفرنس کے مداحین میں شامل ہیں۔

اس کے بعد عبداللہ بن بیہ کی موجودگی میں پوپ نے مراکش کا دورہ کیا اور اس کے سامنے اذان اور چرچ کا گانا دونوں ایک ساتھ پڑھے گئے۔ یوٹیوب پر اس کی ویڈیو موجود ہے۔ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے ٹویٹر ہینڈل کے ذریعے اس فکر کے خلاف آواز بلند کی تھی۔

چند روز قبل مدرسہ ڈسکورسز پاکستان کے تحت منعقد ہونے والے پروگرام کی روداد بھی انٹرنیٹ پر دستیاب ہے۔ اس پروگرام میں شامل چند مقررین نے جس طرح اپنی فکر کا اظہار کیا اس کے بعد اس گروہ کے عزائم جاننے کے لیے کسی گہری انویسٹی گیشن کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ سب تفصیلات اس لیے درج کی ہیں تا کہ آپ کو اندازہ ہو کہ مدرسہ ڈسکورسز کے نام پر علماء کو بھرتی کر کے انہیں کس طرح ڈھالے جانے اور پھر استعمال کرنے کی کوششوں کا آغاز پاکستان کے بعد انڈیا میں ہونے جا رہا ہے اور مغرب کیسے اس جاہلی فکر کو مختلف طریقوں سے اسلامی مشرق پر مسلط کر رہا ہے۔ یہ واضح رہے کہ سعودی اسکولوں میں نصاب تعلیم واشنگٹن سے تیار ہو رہا ہے لیکن یہ جبر انڈیا اور پاکستان میں ممکن نہیں ہے، اس لیے یہ طاقتیں اسٹریٹیجی بدل کر مدارس سے وابستہ مذہبی حلقوں تک پہنچ رہی ہیں۔ ہمارے علمائے کرام ہوسکتا ہے کہ ان عزائم سے ناواقف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔اس لیے یہ ضروری سمجھا گیا کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ہونے والے اس پروگرام سے پہلے علمائے کرام کو حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے۔امید ہے کہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم اوران جیسی دیگر معتبر شخصیات کا نام ایسے واضح فتنوں کے لیے استعمال نہیں ہوگا۔

(https//:hindustanurdutimes.com)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفتی یاسر ندیم الواجدی[1]

مدرسہ ڈسکورسز پر ہمارے خدشات کی وجہ

مدرسہ ڈسکورسز کے تعلق سے میرے گزشتہ مضمون میں اگرچہ وہ ساری باتیں آ گئی تھیں، جن سے اس پروگرام کے تعلق سے ہمارے خدشات کو تقویت ملتی ہے، لیکن بعض حلقوں کی جانب سے مناسب سوالات بھی قائم کیے گئے۔ مثلاً یہ کہ اگر کچھ فارغین مدارس جدید علوم پڑھ لیں گے تو اس میں کیا حرج ہے؟ ہمیں دوسری فکر کے ساتھ مکالمہ کرتے رہنا چاہیے! یا پھر مدارس کے طلبہ اتنے کمزور ہیں کہ مخالف فکر کے سامنے بہہ پڑیں گے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے تمام مخلصین کو یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارے اختلاف کی وجہ ہرگز جدید علوم یا قدیم فلسفہ نہیں ہے، بلکہ چند علمائے ہند و پاک کی شمولیت سے اس پروگرام کو جو اعتبار حاصل ہو رہا ہے وہ اختلاف کا محرک ہے جب کہ یہ پروگرام اس اعتبار کے لائق نہیں ہے جیسا کہ سمجھا جا رہا ہے۔ اس کی تفصیلات اتنی ہیں کہ اس مختصر مضمون میں ان کا احاطہ مشکل ہے، لیکن چند امور بلا تبصرہ و تجزیہ لکھے جاتے ہیں، آپ ان امور کی بنیاد پر خود تجزیہ کرنے کے لیے آزاد ہیں۔

اعلان

ہمارے یہ خدشات مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے قائم ہیں:

پروگرام کی فنڈنگ: 1

کیتھولک یونیورسٹی کے اس پروگرام کی فنڈنگ تین ادارے کر رہے ہیں۔ دی

[1] فاضل دار العلوم دیوبند، بھارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہنری لوس فاؤنڈیشن، دی ریلیجن اینڈ انوویشن ان ہیومن افیرز، دی جان ٹیملیٹن فاؤنڈیشن۔ ان تینوں میں سے تیسرے ادارے کی ویب سائٹ کے مطابق اس کی جانب سے اکیس لاکھ ڈالر سے زائد کی رقم مدرسہ پروجیکٹ کے لیے مختص کی گئی ہے۔ اس ادارے کے سابق صدر جو کہ موجودہ صدر کے والد ہیں جان ٹیملیٹن جونیر تھے۔ وہ ایک اوینجلیکل عیسائی تھے اور انھوں نے سابق امریکی صدر جارج بش کی دونوں الیکشن مہم کو خطیر رقم دی تھی۔

ایچ نامی ویب سائٹ پر تفصیل موجود ہے۔ وکیپیڈیا نے ان کا تعارف کچھ یوں کرایا ہے کہ:" وہ" امریکن کنزرویٹو کاز" کے بڑے معاون تھے"۔ امریکی کنزرویٹو کاز ایک سیاسی اصطلاح ہے جس کے معنی وکیپیڈیا کے مطابق یہ ہیں کہ:" یہود وعیسائی اقدار کو سیاست، قانون اور اخلاقیات کی بنیاد قرار دینا"۔ ایچ ویب سائٹ پر جان ہورگن جو کہ خود اس ادارے سے رقم حاصل کر چکے ہیں لکھتے ہیں کہ:" بہت سے اسکالرز نے مجھے بتایا کہ ہم اس ڈر سے" مذہبی امور" کو چیلنج نہیں کر سکتے کہ کہیں ادارے کی طرف سے فنڈنگ بند نہ ہو جائے۔

فقہ اسلامی میں تبدیلی

مدرسہ ڈسکورسز پاکستان نامی رسالے میں پچھلے سال نیپال میں منعقد ہونے والے پروگرام کی روداد لکھتے ہوئے سید مطیع الرحمان لکھتے ہیں کہ سعدیہ یعقوب (فیمنسٹ) نے جنس اور قانون پر لیکچر دیا۔ فیمنزم کی طرف سے اسلام کے خلاف ہونے والے اعتراضات اور امینہ ودود (پہلی خاتون امام) اور حنا اعظم کی طرف سے جوابات کا تجزیہ پیش کیا۔ عصمت دری کے فقہی قانون کے حوالے سے انھوں نے کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ جس دور میں فقہا نے فقہ اسلامی تشکیل دی اس وقت ان کے یہاں پہلے سے موجود "مفروضات" تھے جو بنیادی کردار ادا کر رہے تھے۔ آج فقہ اور دور جدید میں جو عدم مطابقت دکھائی دیتی ہے، اس کے لیے ہمیں ڈاکٹر فضل الرحمان کی تھیوری پر عمل کرتے ہوے آج کے حالات کے تناظر میں فقہ کو مرتب کرنا ہوگا۔ (تفصیلی اقتباس اسکرین شاٹ میں ملاحظہ کیجیے)

3۔ ڈاکٹر ابراہیم موسی نے شعرانی کی ارشاد الطالبین پر گفتگو کرتے ہوے کہا کہ شعرانی کے نزدیک احکام تعلق الواح المحو والاثبات سے ہے۔ ان الواح پر لکھا ہوا تبدیل ہوتا رہتا ہے، لہذا احکام (مطلقاً) قابل تغیر ہیں۔

مذہبی پلورل ازم

4۔ پروفیسر اطالیہ عمیر کہتی ہیں کہ: "مذہبی کشمکش کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم صرف اپنے مذہب کا مطالعہ کرتے ہیں، جبکہ اس موضوع پر ہم نہ کسی دوسرے مذہب کا موقف سننے کے لیے تیار ہیں اور نہ اس پر آزادی سے غور وفکر کے عادی ہیں"۔ اس اقتباس کو اور ہمارے گزشتہ مضمون میں ذکر کردہ مذہبی پلورلزم کو ذہن میں رکھیں۔

خدا کی مرضی کیسی

5۔ روداد نویس نے اپنا واقعہ لکھا ہے کہ: جب انہوں نے اپنے پروفیسر سے سے یہ کہا کہ وہ ان شاء اللہ چہل قدمی کریں گے تو ایک طالبہ نے قہقہہ لگایا۔ اس کا قہقہہ سن کر میں یہ سوچ رہا تھا کہ جو کام آپ کر سکتے ہیں، اس کام میں اللہ کی مرضی کا کیا مطلب؟۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظریہ ارتقاء:

6۔ پروفیسر ماہان مرزا کے گروپ کے شہزاد حسین نے نظریہ ارتقاء پر علمائے دیوبند کا موقف بتایا اور اس پر سخت تنقید کی۔ روایتی علماء نے سائنس کے بارے میں چند مفروضات سنی سنائی باتوں پر قائم کر لیے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ارتقاء کے بارے میں مثبت رائے دی تھی۔ ان کے مطابق مسلم فلاسفرز اور صوفیاء کے یہاں ارتقاء کا تصور کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے۔

عقل و نقل کا اختلاف:

7۔ محمد تہامی نے عقل و نقل کے اختلاف کے وقت علماء کے منہج کا جائزہ لیا، جن میں غلام احمد پرویز، سرسید، مولانا تھانوی، مولانا انور شاہ کشمیری اور ڈاکٹر فضل الرحمان کے منہج کا ذکر کیا گیا۔ آخر میں فضل الرحمان کے نظریہ کو یہ کہہ کر ترجیح دی گئی کہ ان کے یہاں جدید دور کا گہرا ادراک پایا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس موضوع پر مسلسل غور و فکر کی بھی دعوت دی گئی۔ فضل الرحمن کے نظریے کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔

8۔ ماہان مرزا کے مطابق: "آج ہماری" روایت" بحران سے گزر رہی ہے جس سے نکلنے کے لیے ہمیں کلی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ان کے مطابق فقہاء نے ارسطو کے نظریات کے مطابق معاشرت کے جو احکام مرتب کئے تھے، ہم اب ان کو جواز فراہم نہیں کر سکتے۔ اب ورلڈ ویو تبدیل ہو چکا ہے۔ ان کے متعلق کا خلاصہ تھا کہ کسی بھی قوم کی تھیولوجی (دینیات) اس دور کی کوسمولوجی (سائنسی نظریہ آغاز کائنات) کے مطابق ہونی چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

9۔ عادل عفان نے ارتداد کی سزا پر از سر نو غور و فکر کی ضرورت پر اپنے نتائج پیش کیے۔

10۔ حنفی حنفی کرنے والے پاکستان کے ان علماء پر بھی تنقید کی گئی، جنہوں نے قانون توہین رسالت میں امام ابوحنیفہ کے موقف کو چھوڑ کر ابن تیمیہ کا موقف اختیار کیا ہے۔

یہ معروضات چند اسکرین شاٹس کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں۔ اس کے بعد قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہماری علمی قیادت کی طرف سے اس طرح کے پروگرامز کی توثیق و تائید ہونی چاہیے یا نہیں۔ ہم مضبوطی سے اس نظریے کے پابند ہیں کہ فروعات پر خوب گفتگو ہونی چاہیے، لیکن مسلمہ اصولوں میں لچک نہیں آنی چاہیے۔ اگر اس نظریے کو سامنے رکھتے ہوے مدرسے کا کوئی فاضل انفرادی سطح پر دنیا کے کسی بھی ادارے میں پڑھنے جانا چاہے تو وہ یقینا جائے اور برابری کی سطح پر مکالمے کے فرائض انجام دے، وہ عنداللہ ماجور ہوگا۔

https://asrehazir.com